

8



25.1

P178 (Lang)

W. E. R. J.  
3.2.93

S/N.

554

A/2  
481

2/2  
22

Q

10  
10  
20  
800  
820







# دیوان نیا ریلو

ترتیب و تہذیب مع مقدمہ

ڈاکٹر انوار الحسن

(لکھنؤ یونیورسٹی)

ناشر  
(راجہ) رام کمار بکسٹو

واہگٹ  
مطبع منشی نوکشور لکھنؤ

3/2/25



P1  
ن 51 >

ہفت: انوار الحسن

لکچر ڈیپارٹمنٹ آف اورینٹل اسٹڈیز ان عربک اینڈ پرشین

لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ (از ۱۹۶۰ء)

سابق لکچر فارسی و اردو، امیر الدولہ اسلامیہ کالج، لکھنؤ (۱۹۵۰ء تا ۱۹۶۰ء)  
تعلیم: ایم۔ اے۔ پی ایچ، ڈی (عربی) لکھنؤ یونیورسٹی (۱۹۵۴ء و ۱۹۵۸ء)  
ایم۔ اے (اردو) " ۱۹۵۴ء

عالم، فاضل ادب (عربی) " ۱۹۴۲ء و ۱۹۴۳ء

دبیر ماہر، دبیر کامل (فارسی) " ۱۹۳۹ء و ۱۹۴۰ء

آنریران پرشین، پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۱۹۴۵ء

ادیب کامل (اردو) — جامعہ اردو ۱۹۴۵ء

اردو اعلیٰ قابلیت — یو پی بورڈ ۱۹۴۳ء

درس نظامیہ — مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ

مطبوعہ تصانیف:

امام غزالی کے تعلیمی نظریات

وطن پرست اور دوسرے افسانے (ترجمہ از فارسی)

دیوان ذوق (صحت و مقدمہ)

قرون وسطیٰ کا اسلامی نظام تعلیم (زیر طبع)

دیوان امیر خسرو دہلوی (صحت و مقدمہ)

اور

بچوں کے لئے متعدد کتابیں

CHECKED

K UNIVERSITY LIB.  
K. 88011  
Acc No 3  
Date 8. 7.

82



# دیوان نیاز بریلوی

مشہور صوفی اور باکمال شاعر حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی (متوفی ۱۲۵۵ھ بمطابق ۱۸۴۰ء) اپنے عہد میں یگانہ روزگار تھے۔ ان کی ذات مرجع خاص و عام تھی۔ فارسی اور اردو شاعری ان کی غایاں حیثیت مسلم ہے۔ اس لئے اکثر بلند پایہ تذکروں میں ان کا ذکر موجود ہے۔ حضرت نیاز کا دیوان متعدد بار شائع ہوا۔ لیکن اب عرصہ سے کمیاب تھا اور ایک مستند اور صحیح ایڈیشن کی ضرورت تھی اس کے پیش نظر ڈاکٹر انوار احسن صاحب استاد شعبہ عربی و فارسی لکھنؤ یونیورسٹی نے اس کی صحت و ترتیب کی طرف توجہ کی اور متعدد نسخوں سے مقابلہ کر کے اردو فارسی کلام کو از سر نو مرتب کیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ ایک مبسوط مقدمہ لکھ کر ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اس میں شاہ نیاز احمد کے حالات زندگی کے علاوہ علم تصوف کی اجمالی تاریخ اور اس کے مقاصد پر تبصرہ بھی کیا گیا ہے اور کلام نیاز کا تنقیدی جائزہ بھی لیا ہے۔ یہ کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں کہ دیوان نیاز کا یہ سب سے پہلا مستند اور صحیح ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کا سب سے قدیم اور معروف ادارہ اہل ذوق کی خدمت میں اپنی سابقہ روایات کے مطابق پیش کر رہا ہے۔ ظاہری حسن و نفاست میں بھی اعلیٰ معیار ہمارا مطبع نظر ہے

قیمت مجلد تین روپے پچیس پیسے



ALLAMA IQBAL LIBRARY



88011

عبدالعظیم صدیقی منیجر

(راجہ) رام کمار بکڈپو وارث مطبع منشی نو لکھنؤ



# فہرست دیوان نیاز

غزل نمبر

مصرع

صفحہ نمبر

۱

۵

۶

۷

۱۲

۱۵

۱۵

۱۷

۲۹

۳۰

۳۱

۳۱

۳۲

۳۲

۳۳

۳۳

۳۴

۳۴

۳۵

۳۵

۳۶

۳۶

۳۷

۳۷

۳۸

۳۸

دیباچہ  
تصوف کیا ہے

تصوف اور فارسی شاعری  
سلسلہ چشتیہ کی اجمالی تاریخ

حالات حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی

تصانیف حضرت شاہ نیاز احمد

خلفاء حضرت شاہ نیاز احمد

حضرت نیاز بحیثیت شاعر

اے غنی ذات تو از اقرار و از انکار ما

اے بنیاں در کینح غیب از دیدہ ابصار

خود تجلی کردہ بر خود آں بُت عیار ما

بہ بستان بچل گل عذارے کردہ ام پیدا

بہ ملک ہستی خود شہر یارے کردہ ام پیدا

امشب آنست کہ زد حلقہ جہاں بردار ما

دی باوے بند دین مجازی بدیم ما

دین معاں گرفتہ و خوشش کا فریم ما

بہ مرآت جہاں بنمود جاناں زوے زیبار ما

الایا ایھا المساکینی بہ نوشتاں مئے مار ما

بیائے ساقی زیا و پیر کن جام صہبار ما

بس جامہ خوں کشتہ شمشیر جفا را

اے دل بہ گیر دامن سلطان اولیار

عشقت آنست کز و نام و نشاںم باقی است

رفتم اندر تہ خاک، انس بتاںم باقی است

خیال دوست در دل آں چناں است

یار مارا ہر زماں نام و نشاںم نے دیگر است

دے کہ صایغ تقدیر طینتم بہ شمر است

۱

۲

۳

۴

۵

۶

۷

۸

۹

۱۰

۱۱

۱۲

۱۳

۱۴

۱۵

۱۶

۱۷

۱۸



۳۹	مبارک بادت اے دل! گشت بنیادیدہ کورت	۱۹
۳۹	رقصم از نغمہ ترانہ "اوست"	۲۰
۴۰	حسنِ روئے ہر پیری رو، عکسِ حسنِ روئے "اوست"	۲۱
۴۰	جانِ عالم در کینہِ حلقہ کیسوئے اوست	۲۲
۴۱	ذاتِ حق خورشید و این اعیانِ بارِ ذاتِ اوست	۲۳
۴۱	دل دستگیرِ حلقہ زلفِ دو تائے اوست	۲۴
۴۲	حسنِ جہاں ز حسنِ رُخِ دلمربائے اوست	۲۵
۴۲	کے کہ سیرِ نہاں است در عینِ ہمہ اوست	۲۶
۴۳	اے دیدہ چہ اندر نظرت آمد و رفت	۲۷
۴۳	اے دیدہ نہ دیدم چہ برت آمد و رفت	۲۸
۴۴	از عتابِ توبہ جانم چہ بلا آمد و رفت	۲۹
۴۴	آلارِ بودن گوئے خدائی آساں نیست	۳۰
۴۵	آں کہ بر در گہش نیاز من است	۳۱
۴۵	دیدہ بازی نہ ہمیں دیدہ حیرانم سوخت	۳۲
۴۶	مہرِ رویت نہ ہمیں دیدہ حیرانم سوخت	۳۳
۴۷	کافرِ عشق ز رسمِ ورہ ایماں برگشت	۳۴
۴۷	انچہ بآبادہ کشاں ساغرِ صہبائی کرد	۳۵
۴۸	دل من انچہ ز اغیار تمنائی کرد	۳۶
۴۹	اے کاش کہ ز تلخیِ ہجرم رہا کنند	۳۷
۴۹	بسنتِ آمدہ، گلدرستہ بہار آورد	۳۸
۵۰	وائے بر غلطیدہ درخوں کہ قاتلِ بگذرد	۳۹
۵۰	گر شبے آں ماہ تا بانے بہ محفلِ بگذرد	۴۰
۵۱	صورتم پست است لیکن معینے دارم بلند	۴۱
۵۱	دارم اے عشق ز تو منتِ احسانے چند	۴۲
۵۲	نیست تنہا بہ غمت نالہ و افغانے چند	۴۳
۵۲	نیست در کوئے تو تنہا سیرِ قربانے چند	۴۴
۵۲	سستم گرا میرِ نفسم گذرِ دروغِ بندار	۴۵
۵۳	دارد دلِ ام، سودائے لیلایے دگر	۴۶
۵۳	می کند با من دلم ہر لحظہ اظہارے دگر	۴۷



۵۴	ہرچیز از سحر فنون اندر جہاں می بینیش	۴۸
۵۵	زاں کہ او صبح ست، از روئے بتاں می بینیش	۴۹
۵۵	آں کہ بدستیر نہاں، نور عیاں می بینیش	۵۰
۵۶	مست گشتم از دو چشم ساقی، پیمانہ پوشش	۵۱
۵۶	پر تو ہر قدیم ست، این میرے تابان عشق	۵۲
۵۷	باز بر تخت دلم نشہ جلوہ گر سلطان عشق	۵۳
۵۷	جلوہ گاہ ذات ہیں در نظر ایوان دل	۵۴
۵۸	در راہ حق اندیشی می پویم و می رقصم	۵۵
۵۸	وے نظارہ روئے تو اے یار آرزو دارم	۵۶
۵۹	نہ انکارم ز اغیار ست، اے یار آرزو دارم	۵۷
۵۹	ما جان خود بہ دل بہر جانانہ دادہ ام	۵۸
۶۰	ہو اے سیر گل دیدن نہ دارم	۵۹
۶۰	ز روئے حسرت دیدن نہ دارم	۶۰
۶۱	الایا ایہا الساقی بدہ جام مے کاہم	۶۱
۶۲	جاناں بہ غم روئے تو، اندرتب و تاہم	۶۲
۶۲	ز جادوئے نگاہ دیدہ آں یار محو رہم	۶۳
۶۲	بطون حق مبطن داں، بجان جان پہناہم	۶۴
۶۳	در آمد بر سرم ناگہ شب آں شمع شبستانم	۶۵
۶۴	مرید پیر معانم، دگر نہ می دانم	۶۶
۶۴	عاشق بے خبر منم، من نہ منم، نہ من منم	۶۷
۶۵	من نہ منم، نہ من منم، من نہ منم، نہ من منم	۶۸
۶۶	چوں یار بہ بزم آمد و پوشیدہ نقابم	۶۹
۶۶	باہمہ حسن خودیم، عاشق روئے کیستم؟	۷۰
۶۷	بچوں و بے چنگانم، عنقائے قاف قدسم	۷۱
۶۷	من آں نورم کہ اندر لامکاں موجود بودستم	۷۲
۶۸	اے طالبان ای طالبان! من با شما ہر جاستم	۷۳
۶۹	تہانہ چاک زد بہ گریبانم این چنین	۷۴
۶۹	محو نظارہ رخ جانم این چنین	۷۵
۷۰	خدا را اے صبا بگذر بہ سوئے خاکسار من	۷۶
۷۱	گلے نشکفت جز داغ جگر بر شاخ سار من	۷۷



۷۱	دی خراماں می گذشت آن یارِ خوش رفتارِ من	۷۸
۷۲	دی در آمد بردم آن ساقی سرشارِ من	۷۹
۷۲	بسیر حق پنهان ست اندر معنی اسرارِ من	۸۰
۷۳	نیست جز آن ہنگِ عشق آوازِ موسیقارِ من	۸۱
۷۳	اسیر عشق مفتوں ست مجنوں	۸۲
۷۳	مریضِ عشق مفتوں و مجنوں	۸۳
۷۴	عید ست ساقیا در میخانہ باز کن	۸۴
۷۴	شاہِ عشق آمد و شد تحت نشینِ بردلِ من	۸۵
۷۵	من پاک بازِ عشقم، ذوقِ فنا چسپدہ	۸۶
۷۵	اے عکسِ نمائے تو آبِ ہرزہ چوں آئینہ	۸۷
۷۶	اے جلوہ گہ رویت، ہر وجہ و ہر دے	۸۸
۷۶	گر بر سرِ بالینم، نازاں بہ خرامِ آنی	۸۹
۷۷	سزد آن کہ دم زخمِ من ز کمالِ کبریائی	۹۰
۷۷	بہر بود ز دستِ این، دلمِ اعجازِ نگاہے	۹۱
۷۷	از خلق جدا هستی و ہم در ہمہ بانی	۹۲
۷۸	اے دل تو چنین در شغب و شورِ چرائی؟	۹۳
۷۹	بر چہرہ تو نقابِ تاکے	۹۴
۸۲	نعت و منقبت	
۸۲	امیر المومنین صدیق اکبرؑ	۱
۸۲	خواجہ خواجگان معین الدینؑ	۲
۸۳	دلا خاکِ رہ کوئے محمدؐ شو محمدؐ شو	۳
۸۳	زہے عز و علایے منتہائے اوجِ انسانی	۴
۸۴	زہے عز و جلالِ بوترابیؑ فخرِ انسانی	۵
۸۴	بدہ دستِ یقیں اے دل بہ دستِ شاہِ جیلانیؑ	۶
۸۵	دلادستِ طلبِ بکشا، بہ درگاہِ شہنشاہے	۷
۸۸	شہادت	
۸۸	صَدَقْنَا لِلَّهِ بِالْيَمِينِ وَأَيُّهَا	۱
۸۹	یارِ من با کمالِ رعنائی	۲
۹۰	امیرِ ربی ست روح و سرکہ فداست	۳



## مناجات و مستزاد

الہی بحق نبی امام

۹۴	اے دوست بہ میں درہمہ سُر و سُرے نارا	۱
۹۸	با عین نگاہے در کسوت نو آمدہ آن دل بر زبیا	۲
۹۹	ہر شام و بکا ہے میرِ حقی از مطلع انوار بر آمد	۳
۱۰۰	نادیدہ عیاں شد	

## غزلیات اردو

۱۰۵	گر کون و مکان مظهر نیرنگ نہ ہوتا	۱
۱۰۵	جہا در سے موج کی نہ چھپے چہرہ آب کا	۲
۱۰۵	مہقارے عشق میں گر جان کے دینے سے میں آڑتا	۳
۱۰۵	اے دل جناب قدس میں تو کب رسا ہوا؟	۴
۱۰۶	کیا جانے کس کی گھات میں نکلا کسا ہوا؟	۵
۱۰۶	عشق میں آعجب مزا دیکھا	۶
۱۰۷	یار کو ہم نے جا بجا دیکھا	۷
۱۰۸	مہقارے دورے میں ہم نے ساقی عجب ہی دور بہار دیکھا	۸
۱۰۹	جوں ہی آمد آمد عشق کا مجھے دل نے مژدہ سنا دیا	۹
۱۰۹	تو نے اپنا جلوہ دکھانے کو، جو نقاب منہ سے اٹھا دیا	۱۰
۱۱۱	خالقاہ چشت میں جس نے قدم پہلا رکھا	۱۱
۱۱۱	معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا	۱۲
۱۱۱	اے دل کہیں نہ جا کیو، زہنار دیکھنا	۱۳
۱۱۲	شکرِ غم آ پڑا اقلیم دل پر ٹوٹ ٹوٹ	۱۴
۱۱۲	رات تیری یاد میں اتنا میں رویا پھوٹ پھوٹ	۱۵
۱۱۳	اس تعین کی گرفتاری سے اے دل چھوٹ چھوٹ	۱۶
۱۱۳	آ غنیمت خانہ دنیا میں کیا، کی بوٹ بوٹ	۱۷
۱۱۳	خاک کے پتلے نے دیکھ کیا ہی مچایا ہے شور	۱۸
۱۱۳	سمند ناز کی جب سے اباگ دی شک تھوڑ	۱۹
۱۱۵	ہمارے شیشہ دل کو جو توڑتا ہے، توڑ	۲۰
۱۱۵	حاب کی طرح اپنے تئیں بنا کے توڑ	۲۱
۱۱۶	جس یار کی بو یاد میں گھر بار فراموش	۲۲
۱۱۶	غم کو ٹک کرتا ہے کم جریاں اشک	۲۳



۱۱۷	کیا بلا ہے ان دنوں طوفانِ اشک	۲۴
۱۱۷	آتی ہے جب کہ نشہ تو حید کی ترنگ	۲۵
۱۱۷	کس بیار کی نگاہ کا دل میں لگا خدنگ	۲۶
۱۱۸	دھلا رہا ہے شاہدِ نیرنگ اپنے رنگ	۲۷
۱۱۸	دشتِ بیانی سے ہے اپنی بیاباں نازاں	۲۸
۱۱۹	کیا ہی پھولی بہار آنکھوں میں	۲۹
۱۱۹	کچھ نہیں ٹھلتا مجھے میں کون ہوں	۳۰
۱۲۰	اگرچہ میں سیرِ بتاں دیکھتا ہوں	۳۱
۱۲۰	جدھر دیکھتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں	۳۲
۱۲۱	ملکِ خدا میں یار و آباد ہیں تو ہم ہیں	۳۳
۱۲۱	یہ تیری جلوہ گریاں آنکھوں میں چھار ہی ہیں	۳۴
۱۲۲	رواں آنکھوں سے ہے سیلابِ گلگوں	۳۵
۱۲۲	کافرِ عشق ہوں میں بندہ اسلام نہیں	۳۶
۱۲۳	عاشقِ زار ہوں میں طالبِ آرام نہیں	۳۷
۱۲۴	نیستی نیستی ہے یار و اور مستی کچھ نہیں	۳۸
۱۲۴	مدرسے میں عاشقوں کے جس کی بسمِ اشد ہو	۳۹
۱۲۵	وہ یار ہے میرا، ارے او دیکھنے ہارو!	۴۰
۱۲۵	ہم جرمِ محبت کے گنہگار ہیں یارو!	۴۱
۱۲۶	عشق میں تیرے کوہِ غم سر پر لیا، جو ہو، سو ہو	۴۲
۱۲۷	عشق ستاتا ہے کیوں آجکے ہر آن تو؟	۴۳
۱۲۷	افسانہ مرے درد کا اُس یار سے کہہ دو	۴۴
۱۲۸	دھلائے داغِ دل نے گلستاں نئے نئے	۴۵
۱۲۹	چھوڑو مجھے بے خود مرا آرام یہی ہے	۴۶
۱۲۹	صنم ہے گلبدن ہے، مہ جہیں ہے	۴۷
۱۲۹	غمِ جدائی کو ہم جانے یا خدا جانے	۴۸
۱۳۰	جب بردِ دل حضرتِ عشق آن بیکارے	۴۹
۱۳۰	مری آنکھوں میں اگر ایسی ہی تری نت کو جلوہ گری رہی	۵۰
۱۳۱	آتے ہی اُس کے سامنے یوں آپ سے ہم چل بے	۵۱
۱۳۱	جب چھوڑ کر تنہا مجھے وہ یار ہمدم چل بے	۵۲



۱۳۱	دھیان اپنے کو نہ خاک کے افلاک سے باندھے	۵۳
۱۳۲	مجھے بخودی بھی تو نے بھلی چاشنی سکھائی	۵۴
۱۳۳	ستارے نہیں یہ شب تار کے	۵۵
۱۳۳	چھٹا ہاتھ سے چشمِ خو خوار کے	۵۶
۱۳۴	جو ہیں آشنا سرِ اسرار کے	۵۷
۱۳۴	منہ اپنا جو تو نے دکھایا مجھے	۵۸
۱۳۴	یہ جو ہے کون و مکان، یارو یہ ہے سب لاشے	۵۹
۱۳۵	روٹھا ہوا وہ پیارا گرا اپنے سے من جاوے	۶۰
۱۳۶	کہتے ہیں جس کو عشق ہمارا ہی نام ہے	۶۱
۱۳۶	میں وہ کوئی ہوں، جس کا خدائی میں نام ہے	۶۲
۱۳۶	سرزمینِ حشرت کی آب و ہوا کچھ اور ہے	۶۳
۱۳۷	بہارِ چند روزہ پر دل اپنا شاد کیوں کیجئے	۶۴

## متفرقات (ہندوستانی و ہندی)

۱۳۹	خواجہ معین الدین کے گھر آج ڈھاتی ہے بسنت	۱
۱۴۰	لایا بھارے پاس ہوں یا پیر! الغیات	۲
۱۴۰	شیام سندر کی جب سُدھ آئی	۳
۱۴۱	سرسوں بھونی آنکھوں میں	۴
۱۴۱	من موہن چھب دکھلائی	۵
۱۴۲	مدھ میں سمائی جوش میں آئی	۶
۱۴۲	دیکھو جی اب اُبلے ہے	۷
۱۴۲	”مٹم“ ”بکم“ ”عمی“ ہو کے حق سے دھیان لگاؤ جی	۸
۱۴۲	من دھن مرنی موہن کی سب سُدھ بدھ بسرانی	۹
۱۴۳	جو گنیا کا بھیس بنا کے اپنی کوڑھونڈھن جاؤں	۱۰
۱۴۳	ہوری ہوئے رہی احمد جیو کے دوار	۱۱
۱۴۳	سُن موری، سجنی، رُت بھاگن کی ہے بہار	۱۲
۱۴۴	من موہن پیارو، موخہ برہن پنج دیورے	۱۳
۱۴۴	سکھی جڑواری برہاگن سب گات	۱۴
۱۴۴	آیا بھاگن، ہوری کھیلن ترنی باری بار	۱۵
۱۴۴	من لاگو ات کیسے چھو اے لگ کے بہیم کی ڈوری	۱۶



# مقدمہ

\*\*\*

تصوف کیا ہے؟ | ”فارسی شاعری بقول علامہ شبلی نعمانی اُس وقت تک  
 قالب بے جان تھی جب تک اُس میں تصوف کا عنصر شامل نہیں ہوا۔ اور  
 ”تصوف کی تعریف زبان و قلم کی حدود سے باہر ہے“ کیونکہ وہ ”وجدانِ ذوق و  
 مشاہدہ کا نام ہے جو بیان میں نہیں آسکتا“ یہ وہ باطنی حسن ہے جو محبت کی  
 بنیادوں پر مشق و ریاضت سے پیدا ہوتی ہے اور جس کے ذریعہ انسان اشیاء  
 کی حقیقت کو روحانی رنگوں میں دیکھتا ہے۔ روحانیت کا ارتقاء انسانیت کی  
 معراجِ کمال ہے اور تصوف کا بنیادی مقصد ارتقاءِ روحانیت ہے۔ یہی  
 کشف، مشاہدہ، الہام اور عرفان کے مدارج حاصل کرنے کا سبب بنتی ہے اور  
 شریعت و اخلاق کے احکام پر عمل پیرا ہونے میں معاون ہوتی ہے۔  
 تصوف کا سرچشمہ کیا ہے؟ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ بعض محققین کے  
 نزدیک ہندوستان کے قدیم مذاہب کی تعلیمات تصوف کا سرچشمہ ہیں۔ بعضوں  
 نے اسکے ڈانڈے ”حکمتِ اشراق“ سے ملائے ہیں۔ کچھ لوگوں کے نزدیک عرب ہی سے  
 اس کا آغاز ہوا اور کچھ اسے ایران کی دین سمجھتے ہیں۔ اکابرِ صوفیہ کرام نے  
 تصوف کا سرچشمہ منبعِ قرآن و حدیث کی تعلیمات ہی کو قرار دیا ہے اور یہی  
 قرین قیاس بھی معلوم ہوتا ہے۔

تصوف کی بنیاد دو چیزوں پر ہے: محبتِ الہی اور معیت ذاتی۔ صوفیائے کرام



کا دعویٰ ہے کہ محبت الہی کی دعوت خود قرآن کریم میں دی گئی ہے اور اسی سے معیت  
 و قرب ذاتی کا وعدہ بطور نتیجہ نکلتا ہے۔ صوفیہ اس چیز کو ”معرفت“ کی اصطلاح سے  
 تعبیر کرتے ہیں محبت الہی کا عملی راستہ یہ ہے کہ انسان خدا کے بندوں سے محبت کرنا  
 سکھے کیونکہ قرآن بھی اسی کی تعلیم دیتا ہے اور احادیث نبوی میں اسی پر زور دیا  
 گیا ہے۔ صوفیائے کرام نے محبت کے اسی عملی راستے کو اختیار کیا تھا اور خدمتِ خلق  
 کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں گو یا اُنکے لئے یہ زندگی کا اہم ترین فریضہ تھا۔ خدمتِ  
 خلق سے صرف یہی مراد نہیں کہ مادی ضروریات کی فراہمی کی جائے، اخلاق کی درستی  
 بھی اسی زمرے میں آتی ہے کیونکہ قرآنی تعلیمات کا پنجوڑ اخلاق کی درستی ہے۔  
 اسی لئے صوفیائے کرام نے اخلاق کی درستی پر بہت زور دیا تھا۔

تصوف اور فارسی شاعری فارسی شاعری میں سب سے پہلے صوفیانہ خیالات  
 حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیرؒ نے ادا کئے، پھر حکیم سنائی نے اس باغ کی آبپاری  
 کی اور فارسی شاعری کو تصوف کے مسائل سے بھی پہلے پہل روشناس کرایا۔  
 اُنکے بعد اوحدی کرمانی اور اوحدی اصفہانی نے شاعری کے ذریعہ تصوف کے خیالات  
 لوگوں تک پہنچائے۔ پھر حضرت فرید الدین عطارؒ سے اسکا دائرہ اور وسیع ہوا۔ وہ  
 ”وحدت وجود“ کے بہت بڑے مبلغ تھے۔ اُنکے اس نظریہ کا مفہوم شبلی کی زبان سے سنئے۔  
 تمام اشیاء میں ذات باری تعالیٰ جاری و ساری ہے اور اسی نے ہر چیز میں حُسن پیدا کر دیا ہے۔  
 وہ قد میں جلوہ، زلف میں نشکن، ابرو میں وسمہ، یا قوت میں آب اور مشک میں خوشبو ہے۔“

سہ مکتوبات مجید الف ثانی جلد اول، مکتوب ۲۵۔ قرآن کریم پارہ ۲۔ آیت ۱۶۰ و پارہ ۳  
 آیت ۲۹ و ترجمان القرآن جلد اول صفحہ ۸۰۔ ۱۵۵ قرآن کریم سورہ مومن۔ آیت ۶ و پارہ ۲۷،  
 رکوۃ ۱۶ و ۱۷۔ ۱۵۵ شبلی: شعرا عجم جلد پنجم صفحہ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۵۵ شبلی: شعرا عجم جلد  
 پنجم صفحہ ۱۲۲۔ ۱۵۵ شبلی: شعرا عجم جلد پنجم صفحہ ۱۲۵۔ ۱۲۶



حکیم سنائی نے تصوف کے ساتھ ساتھ اخلاقی تعلیمات بھی شاعری کے ذریعہ دنیا کے سامنے پیش کیں، پھر فخر الدین عراقی، شیخ سعدی اور مولانا روم کے اسے دوا کشتہ بنا دیا۔ امیر خسرو دہلوی اور حسن دہلوی نے عاشقانہ اور شوخ مجازی رنگ اختیار کیا، پھر مغربی، جامی اور خواجہ حافظ نے بھی تصوف کا بہت بڑا ذخیرہ تیار کر دیا۔ غرض کہ ایک طرف صوفی شعرائے اپنے عارفانہ کلام کے ذریعہ صوفیانہ خیالات کی ترویج و اشاعت کی تو دوسری طرف دوسرے اکابر صوفیائے کرام نے اپنی تعلیمات کو وسیع اور عام کرنے کے لئے روحانی سلسلے قائم کئے۔

صوفیاء کے سلسلے | صوفیاء کے مختلف خانوادوں یا سلسلوں کی تنظیم بجائے خود صوفیانہ خیالات کی ترویج و اشاعت میں بہت معاون ثابت ہوئی اور یہ مختلف سلسلے عملی تعلیم کی رنگارنگی اور تنوع کے باوجود بنیادی مقاصد میں ہم آہنگ تھے۔ ان سلسلوں میں سلسلہ خواجگان، سلسلہ قادریہ، سلسلہ چشتیہ اور سلسلہ سہروردیہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

پیش نظر دیوان میں ایک ایسے صوفی شاعر کا کلام زیر بحث ہے جو سلسلہ چشتیہ کا ایک ممتاز رکن تھا اسلئے اس سلسلہ کی تاریخ پر بھی اجمالی طور سے روشنی ڈالنا ضروری ہے۔

۱۹۴۰ء چشتیہ سلسلہ | سلسلہ چشتیہ کی بنیاد حضرت شیخ ابوالشجاع شامی (متوفی ۹۴۰ھ) نے ڈالی تھی لیکن ہندوستان میں اس خانوادہ تصوف کی نشوونما اور ترویج و اشاعت کا کام حضرت خواجہ معین الدین چشتی (متوفی ۷۳۵ھ) نے انجام دیا تھا جو ہندوستان کے رہنے والے تھے اور پرتھوی راج کے عہد میں ہندوستان آکر اجمیر میں مقیم ہو گئے

۱۔ شبلی: شعرا عجم جلد پنجم صفحہ ۱۲۷-۱۳۱ و سوانح مولانا روم صفحہ ۶۹-۷۲ سیر الاولیاء صفحہ ۴۰ و خزینۃ الاصفیاء جلد اول صفحہ ۲۴-۲۷ فتوح السلاطین صفحہ ۷-۸ و آئین اکبری صفحہ ۲۷۰ و سیر الاولیاء صفحہ ۴۷-۴۸

۲۔ سیر الاولیاء صفحہ ۵۴



تھے۔ ان کی تشریف آوری اور ان کی تعلیمات سے ہندوستان میں ایک زبردست روحانی اور سماجی انقلاب رونما ہوا کیونکہ اس وقت یہاں کی حالت حد درجہ تباہ تھی۔  
خواجہ صاحب کی سادہ اور دلکش زندگی نے ہندوستان کے باشندوں کے خیالات میں نمایاں تغیر پیدا کیا اور ان کے اثرات و نفوذ کا دائرہ روز بروز وسیع پڑنے لگا۔  
خواجہ اجیری کے خلفاء میں دو بزرگ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں:  
شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور شیخ حمید الدین ناگوریؒ (متوفی ۱۲۷۳ء)۔ حضرت  
بختیار کاکیؒ سے دہلی اور اسکے نواح میں سلسلہ چشتیہ کا فروغ ہوا اور ان کی تعلیمات  
سے ہزار نفوس فیضیاب ہوئے۔ شیخ حمید الدین ناگوریؒ اپنے علم و فضل کے باعث  
بہت ممتاز اور کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ عربی، فارسی اور ہندی تینوں زبانوں  
پر عبور تھا۔ گفتگو عام طور پر ہندی میں کرتے تھے۔ شیخ ناگوریؒ کے سلسلہ میں مولانا  
صیاد الدین بخشبی قابل ذکر ہیں۔ اور حضرت بختیار کاکیؒ کے خلفاء کے نام  
حسب ذیل ہیں :-

۱۔ شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ — اجودھن

۲۔ شیخ بدر الدین غزنویؒ — دہلی

۳۔ خواجہ عماد الدینؒ — بلگرام

۴۔ خواجہ سید محمد صفویؒ —

۵۔ شیخ محمودؒ — نروال

۱۵ سیرالادبیات صفحہ ۱۶۵

۱۶ آثار الکرام از آزاد بلگرامی صفحہ ۹

۱۷ " " " " " " " " " " " "

۱۸ ترجمہ کلزار ابراہیم صفحہ ۲۲ - ۲۳

۱۵ سیرالادبیات صفحہ ۲۶

۱۶ مہناج السراج صفحہ ۱۶۶

۱۷ سیرالادبیات صفحہ ۱۵۶ - ۱۵۷

۱۸ تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۱۵۰

۱۹ سیرالادبیات صفحہ ۳۷ و ذائد الفواد



۶۔ شیخ معز الدین — دہلی

شیرازی  
— 4

۸۔ قاضی عیاض

مذکورہ بالا بزرگوں میں سب سے زیادہ ممتاز حضرت فرید الدین گنج شکر ہیں جن کے خلفاء و مریدین کا سلسلہ بہت وسیع ہے اور جن کی تعلیمات سے پنجاب کے وسیع علاقے میں حشمتیہ سلسلہ کی اشاعت ہوئی۔ ان کو عوام و خواص میں اتنی مقبولیت حاصل ہوئی تھی کہ ہر وقت عقیدت مندوں کا گروہ پروانوں کی طرح ان کے گرد جمع رہتا تھا۔ ہندو اور مسلمان سب ہی ان کے عقیدہ مندوں میں شامل تھے۔ بہت سے عظیم المرتبت صوفیائے کرام اور علمائے عظام بھی ان کے ارادت کش تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو بھی ان سے بڑی عقیدت تھی اور ان کے اوصاف کے گن گاتے تھے۔ غرض کہ حضرت فرید الدین گنج شکر کی تعلیمات کے اثر سے نہ صرف پنجاب بلکہ تمام ہندوستان میں حشمتیہ سلسلہ کی بنیادیں مضبوط ہو گئیں اور اس کے اثرات عام ہو گئے۔ ان کے خلفاء میں حسب ذیل بزرگ خاص طور پر قابل ذکر ہیں :-

۱۔ شیخ جمال الدین ہانسویؒ

۲- شیخ بدرالدین بن اسحاق

شیخ نظام الدین اولیاء رح

۵۵ فوائد الفوائد صفحہ ۹۶

٥٦ سير الاوليار صفحہ ١٤٨

III " " " " 25

۴۹ اخبار والاخیار //

۱۵ ترجمہ گلزار ابراہیم صفحہ ۲۲-۲۳

11 11 11 11 11 11

[illegible]

۸۴ فوائد الفواد صفحہ ۷۲، ۸۴



۴۔ شیخ علی احمد صابریؒ

۵۔ شیخ عارفؒ

حضرت فرید الدین گنج شکرؒ کے خلفاء میں شیخ علی احمد صابریؒ ایک ممتاز بزرگ تھے جن کے مریدین آگے چل کر سلسلہ چشتیہ کی صابریہ شاخ کے نام سے مشہور ہیں اور زمانہ مابعد میں اس خاندان نے بھی بہت ترقی کی۔ لیکن حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے خلفاء میں ممتاز ترین بزرگ حضرت شیخ نظام الدینؒ لیا تھے جن کے زمانے میں سلسلہ چشتیہ کا آفتاب نصرت لہار تک پہنچ گیا تھا۔ ہندوستان کے گوشے گوشے میں ان کے مریدین و معتقدین لاکھوں سے تجاوز کر چکے تھے، حضرت امیر خسروؒ دہلوی ان کے مریدین میں بہت ممتاز بزرگ اور صوفی شاعر تھے۔ ایران و افغانستان کے لوگ بھی ان کے فارسی کلام پر سرگڑھنتے تھے۔ اور انھیں ”سعدی ہند“ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ آج بھی ان کا مزار دہلی میں حضرت شیخ نظام الدینؒ اولیاءؒ کے پائنتی موجود ہے اور ہر سال عرس ہوتا ہے۔ حضرت نظام الدینؒ اولیاءؒ کے خلفاء میں حسب ذیل بزرگوں کے نام لئے جاتے ہیں :-

۱۔ مولانا شمس الدینؒ سیحیؒ

۲۔ شیخ نصیر الدینؒ محمود چراغ دہلویؒ

۳۔ شیخ قطب الدینؒ منورؒ

۴۔ مولانا حسام الدینؒ ملتانیؒ

۵۔ مولانا فخر الدینؒ زراذیؒ

۱۔ تاریخ مشائخ خشت صفحہ ۱۷۶

۲۔ سیرالاولیاء صفحہ ۲۵۶

۳۔ اخبارالاولیاء صفحہ ۹۰

۱۔ اخبارالاولیاء صفحہ ۶۹

۲۔ سیرالاولیاء صفحہ ۱۸۲-۱۸۵

۳۔ سیرالاولیاء صفحہ ۲۲۵

۴۔ سیرالاولیاء صفحہ ۳۱



- ۷۔ مولانا علاء الدین دہلویؒ  
 ۸۔ مولانا وجیہ الدین یوسفؒ  
 ۹۔ مولانا سراج الدین عثمانؒ  
 ۱۰۔ مولانا شہاب الدین امامؒ  
 ۱۱۔ شیخ برہان الدین غریبؒ  
 ۱۲۔ قاضی محی الدین کاشانیؒ  
 ۱۳۔ خواجہ محمد امامؒ

ان بزرگوں کے فیوض و اثرات سے ہندوستان کا گوشہ گوشہ منور ہو گیا۔  
 دور دراز مقامات اور بیشتر صوبہ جات میں خاندان چشتیہ کی خانقاہیں قائم ہو گئیں  
 جن میں ہندو اور مسلمان سب ہی جمع ہوتے تھے اور انھیں کے اثر سے سماجی وحدت  
 و یگانگت کا ماحول پیدا ہو گیا جس کے اثرات سے سیاسی نظام بھی متاثر ہوئے  
 بغیر نہ رہ سکا۔

پھر پندرھویں اور سولھویں صدی عیسوی میں اس سلسلے کی رفتار ترقی  
 رک کر جمہور کا عالم طاری ہو گیا لیکن اٹھارھویں صدی عیسوی میں حضرت  
 شاہ کلیم اللہ دہلویؒ نے اپنی پُر خلوص جدوجہد سے زندگی کی نئی لہر دوڑادی،  
 نیز دوسرے رہنمایان طریقت میں حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی نے

۱۔ اخبار الاخبار	صفحہ ۹۳	۲۔ تاریخ مشائخ چشت	صفحہ ۱۷۶
۳۔ سیر الاولیاء	۲۸۷	۴۔ تاریخ مشائخ چشت	۱۷۶
۵۔ سیر الاولیاء	۲۹۰	۶۔ تاریخ مشائخ چشت	۲۹۶
۷۔ تاریخ فرشتہ جلد دوم	صفحہ ۲۷۷	۸۔ تاریخ مشائخ چشت	صفحہ ۲۷۷
۹۔ سیر الاولیاء	صفحہ ۲۹۶	۱۰۔ تاریخ مشائخ چشت	صفحہ ۲۷۷



وکن میں اور شاہ فخر الدین نے دکن سے نکل کر دہلی میں خانقاہ قائم کر کے اس سلسلے کے نشاۃ ثانیہ کا سامان فراہم کر دیا۔ شاہ فخر الدین کے خلفاء میں حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی نے روہیل کھنڈ میں اپنی خانقاہ بنائی اور وہاں دُور دُور سے آکر لوگ اُن سے مستفیض ہونے لگے۔

حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی | شاہ نیاز احمد نیاز بریلوی اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ  
۱۱۳۰ھ ہجری تا ۱۲۵۰ھ ہجری کے باعث شاہ فخر الدین کے مشہور ترین خلفاء میں بہت ممتاز تھے۔ بریلی اُن کی خانقاہ مرجع خواص و عام تھی اور اُن کے معتقدین کی تعداد بے شمار تھی۔ روہیل کھنڈ اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں یا ہندوستان کے دُور دراز صوبوں ہی تک ان کی شہرت محدود نہ تھی بلکہ ہندوستان سے باہر افغانستان، ہرقند، شیراز، بدخشاں اور عرب کے علاقوں میں بھی ان کے مُریدین، معتقدین اور خلفاء موجود تھے۔ مولانا غلام سرور لاہوری نے ان کے ارادت کشیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

<p>خلق بے شمار بہ حلقہ ارادت سے در آمد و مردماں از اقا نیم دُور و دراز یعنی از کابل و قندھار و شیراز و بدخشاں بہ خدمت با برکت وے حاضر آمد مستفید و مستفیض شدند۔</p>	<p>(ترجمہ) ان کے معتقدین میں اُن گنت درگ شامل تھے، اور لوگ دُور دُور کے ملکوں یعنی کابل، قندھار، شیراز، اور بدخشاں سے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض اٹھاتے اور فائدہ حاصل کرتے تھے۔</p>
---	---

۱۔ تکملہ سیرالاولیاء صفحہ ۱۱۳۔ ۱۲۰، تاریخ مشائخ حشت صفحہ ۴۰۔ ۵۳۹  
۲۔ گلشن بے خار صفحہ ۲۳۳ و ریاض النفا، صفحہ ۳۳۹ و مناقب فریدی صفحہ ۴۰ و  
خزینۃ الاصفیاء جلد اول (ذکر نیاز)۔ لکھ اپنے مرشد شاہ فخر الدین کے بارے میں حضرت نیاز  
کہتے ہیں کہ کمال فقر شدت از ظہور فخر الدین : : : : : فدائے اودل و جانم و گریہی دائم  
۳۔ خزینۃ الاصفیاء جلد اول (ذکر نیاز)۔



ولادت اور  
ابتدائی تعلیم

۱۱۷۳ھ ہجری میں بہ مقام سرہند پیدا ہوئے۔ یہ ریاست  
پٹیالہ (پنجاب) کی ایک چھوٹی لیکن تاریخی بستی ہے جہاں  
مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی کا مزار مزاج خواص و عوام ہے اور  
انھیں کی نسبت سے اس بستی کو تاریخی عظمت حاصل ہوئی۔ بچپن ہی میں شاہ  
نیاز احمد اپنے والد حکیم شاہ رحمت اللہ صاحب کے سایہ عاطفت سے محروم  
ہو گئے۔ والدہ نے پرورش اور تعلیم و تربیت کے فرائض انجام دیے۔ مقامی علماء  
کی زیر نگرانی تعلیم سے فراغت حاصل کر کے حضرت شاہ فخر الدین صاحب کیندیت  
میں تکمیل تعلیم کے لئے دہلی پہنچے کیونکہ حضرت موصوف علوم باطن کے ساتھ  
ساتھ علوم ظاہر کے بھی بہت بڑے عالم تھے اور دور دور سے شائقین علم دہلی  
اکو ان کے حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے۔ غرض کہ ان کے زیر سایہ صرف  
سترہ سال کی عمر میں شاہ نیاز احمد صاحب نے تفسیر، حدیث، اصول و فروع،  
معقولات و منقولات کے علوم میں کمال حاصل کر لیا اور انھیں کسب باطن  
کے لئے بیعت کرنی۔ باطنی علوم و معارف کی تحصیل و تکمیل میں بھی شاہ نیاز احمد  
نے اپنی استعداد دلایا اور جلد ہی شاہ فخر الدین سے خلافت اور رشد و ہدایت  
کی سند حاصل کی۔ شاہ صاحب موصوف نے انھیں بریلی میں قیام کرنے کا  
حکم دیا۔

درس و تدریس کی مسند پر | شاہ نیاز احمد نے صرف رشد و ہدایت کی مسند پر  
تمکن ہونا ہی پسند نہ فرمایا بلکہ درس و تدریس کی خدمات بھی عرصہ تک انجام

۱۷ مناقب فریدی صفحہ ۲۰  
۱۸ تاریخ شکار صفحہ ۵۳۶  
۱۹ تاریخ مشائخ حیات صفحہ ۵۶۲  
۲۰ مناقب فریدی صفحہ ۲۱  
۲۱ نسخا نے والد ماجد کا نام "رحمت اللہ" لکھا  
لیکن تاریخ مشائخ حیات صفحہ ۵۶۲ پر حضرت رحمت صمدی درج ہے۔  
۲۲ تاریخ مشائخ حیات صفحہ ۵۶۳



دیں۔ دہلی میں اُن کا حلقہ درس شائقین علم کے لئے بڑا ہی پُرکشش اور مرکزِ توجہ تھا۔ ایسی محفلوں میں اُن کی علمی مونتگافیاں اصحاب ادراک و بصیرت کے نزدیک بھی بڑی اہمیت رکھتی تھیں۔ اردو کے ممتاز شاعر اور قادر الکلام استاد مصطفیٰ نے بھی دہلی کے زمانہ قیام میں اُن کے سامنے زانوئے شاگردی نہ کیا تھا جس کا ذکر انھوں نے اپنی کتاب ریاض العُضار میں بھی کیا ہے اور ان کی ”شان علم“ و ”وجاہت“ کو بیان کیا ہے۔

تصانیف | مروجہ علوم میں تکمیل و تبحر کے بعد شاہ نیاز نے ایک طرف مستدرس کو کچھ عرصہ کے لئے سنبھالا تو دوسری طرف تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ کی کیونکہ یہ بھی وقت کی اہم ضرورت تھی اور ان کے روحانی مشن کی ترویج و اشاعت میں معاون ہو سکتی تھی۔ اسی لئے عموماً ایسے ہی موضوعات پر قلم اٹھایا جو اس عظیم مقصد کی تکمیل میں معاون ہو سکتے تھے۔ ”تاریخ مشائخ چشت“ میں پروفیسر خلیق احمد نظامی نے حسب ذیل تصانیف کا ذکر کیا ہے:-

- ۱۔ تحفہ نیاز یہ حضرت بے نیاز
- ۲۔ حاشیہ شرح چغنی
- ۳۔ دیوان نیاز (فارسی)
- ۴۔ دیوان نیاز (اردو)
- ۵۔ رسالہ تسمیۃ المراتب
- ۶۔ رسالہ راز و نیاز
- ۷۔ بشرح قصائد عربیہ
- ۸۔ شمس العین شریف
- ۹۔ مجموعہ قصائد عربیہ

مذکورہ تصانیف سے ان کے تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے۔ فلسفہ و منطق کی اصطلاحات، تصوف کے نکات اور معرفت کے رموز شاہ صاحب کی زبان قلم



پر بے ساختہ آجاتے ہیں اور ان کے بیان پر انھیں بڑی قدرت ہے۔

خلفاء و مریدین | بریلوی میں شاہ نیاز احمدؒ کی خانقاہ عقیدت مندوں اور

ارادت کیشوں سے بھری رہتی تھی۔ جگہ جگہ سے لوگ آپ کی صحبت سے فیضیاب حاصل کرنے کے لئے وہاں آتے تھے۔ اٹھارھویں صدی میں چشتیہ سلسلہ کا فروغ

پنجاب میں شاہ نور محمد صاحبؒ اور یو۔ پی میں شاہ نیاز احمد صاحبؒ کامرہون منت ہے اور اتفاق سے یہ دونوں بزرگ حضرت شاہ فخر الدینؒ دہلوی کے

مرید و خلیفہ تھے۔ مؤخر الذکر یعنی حضرت شاہ نیازؒ کے خلفاء کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ ہندوستان سے باہر دوسرے ممالک

میں بھی ان کے سلسلے کی خانقاہیں قائم تھیں، ایران، عرب، افغانستان، سمرقند اور بدخشاں کے دور دراز مقامات پر بھی ان کے ارادت کیش اور

عقیدت مند موجود تھے۔ ان کے خلفاء کی تعداد سینتیس بتائی جاتی ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

## خلفاء شاہ نیاز احمدؒ بریلوی

- ۱۔ تاج الاولیاء شاہ نظام الدینؒ
- ۲۔ مولوی عبداللطیف سمرقندی
- ۳۔ مولوی نعمت اللہ شاہ بخاری۔ کابل
- ۴۔ حافظ وزیر خواجہ ۔

۱۔ خزینۃ الاصفیاء جلد اول صفحہ ۵۰۶۔ و مناقب المحبوبین صفحہ ۱۰۵

۲۔ تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۵۷۲ بحوالہ مکتوب حضرت شاہ عزیز احمد راز سجادہ نشین خانقاہ نیاز یہ بریلی ونبیرہ شاہ نظام الدینؒ ابن شاہ نیازؒ۔

۳۔ حضرت نیازؒ کے بڑے صاحبزادے اور پہلے سجادہ نشین تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے بڑے بیٹے شاہ محی الدین سجادہ نشین ہوئے۔ اس طرح سجادہ نشینی آپ کی نس میں قائم رہی اور آج کل شاہ نظام الدینؒ ابن شاہ نیازؒ کے ذمے شاہ عزیز میاں سجادہ نشین ہیں۔



- ۵۔ مولوی محمد حسین - مکہ معظمہ  
۶۔ میر محمد سمیع بدخشان  
۷۔ مسکین شاہ صاحب ولایتی  
۸۔ ملا عوض محمد بدخشان  
۹۔ مولوی یار محمد کابلی  
۱۰۔ محمد عثمان خاں وزیر خیل - کابل  
۱۱۔ ملا جان محمد خاں اخون -  
۱۲۔ مخدوم عبدالشہید یارقندی  
۱۳۔ حاجی ہاشم کابل  
۱۴۔ محمد فخر عالم شاہ جہاں پوری  
۱۵۔ سید احمد علی شاہ آبادی  
۱۶۔ سید حسنت علی  
۱۷۔ میاں فخر الدین  
۱۸۔ خلیفہ وجہ الدین  
۱۹۔ مرزا اسد اللہ بیگ بریلوی  
۲۰۔ حاجی شرف الدین ردولوی  
۲۱۔ سید حسنا شاہزادہ - کیڑور - اجمیر شریف
- ۲۲۔ سید ضیاء الدین  
۲۳۔ محمد عبداللہ خاں - شاہجہاں پور  
۲۴۔ مولاداد خاں  
۲۵۔ مولوی محمود عالم بکھراونی  
۲۶۔ بخش اللہ شاہ آبادی  
۲۷۔ حکیم رحیم اللہ بکھراونی  
۲۸۔ مولوی عبدالرحمن جاوہر  
۲۹۔ غلام مولیٰ اکبر آبادی  
۳۰۔ محمد کفایت اللہ  
۳۱۔ مولوی علیہ اللہ جی بکھیلی  
۳۲۔ مولوی عبدالرحمن  
۳۳۔ شاہ شمس الحق - لکھنؤ  
۳۴۔ شاہ نور الدین بریلوی  
۳۵۔ مولوی مستان خاں شاہجہاں پور  
۳۶۔ خلیفہ عبدالرسول کابل  
۳۷۔ مخدوم جی بدخشان
- اولاد | حضرت نیاز کے دو بیٹے تھے۔ بڑے کا نام شاہ نظام الدین تھا جو "تاج الاولیاء" کے لقب سے مشہور تھے اور حضرت نیاز کے انتقال کے بعد پہلے سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے بیٹے شاہ محی الدین سجادہ نشین



ہوئے اور آجکل آپ کے نواسے شاہ عزیز احمد راز سجادہ نشین ہیں۔ حضرت  
نیاز کے دوسرے بیٹے شاہ نصیر الدینؒ مجرد تھے، بدایوں میں سکونت اختیار کرنی  
تھی اور وہاں رشد و ہدایت کی ستمج جلائی۔

**وفات** | حضرت نیازؒ نے ۶ جمادی الثانی ۱۲۵۲ھ ہجری کو ستر سال کی عمر میں  
بمقام بریلی وصال فرمایا اور وہیں آج بھی ان کا مزار مرجع عوام و خواص ہے۔  
حضرت نیاز | تصوف کی طرح ”شاعری“ بھی ”بقول شبلی نعمانی“ ذوقی  
جہنیت شاعر | اور وجدانی چیز ہے۔ اور شاہ نیاز کی طبیعت قدرت کی طرف  
سے سوز و گداز اور ذوق و وجدان سے مالا مال تھی۔ عشق حقیقی سے اُن کا خمیر بنا  
تھا اور درِ عشق ہی اُن کا سرمایہ حیات تھا۔ محبوب حقیقی کا یہ عاشق صادق،  
بادۂ عرفان کا متوالا نیازؒ ”عشق حقیقی کی آتش گرم و تیز میں خود بھی سلگتا اور اپنے  
آتشیں کلام کے ذریعہ اپنے دل کی آگ کی حرارت دوسروں تک پہنچاتا تھا۔ یہ  
بزرگ صوفی شاعر شاعر سے زیادہ محبوب حقیقی کا عاشق صادق اور جادہ صبر و رضا  
کا سالک تھا۔ شاعری پیشہ نہ تھا اور نہ تفریح کا مستغل بلکہ حب جذبات کا طوفان  
اُمنڈتا تو شعر کے قالب میں ڈھل جاتا تھا۔ کلام بہت کم ہے لیکن جو کچھ ہے انتخاب  
ہے اور ذوق و وجدان کا عکس ہے۔ تاثیر کی شدت سب سے نمایاں اور استیازی  
خصوصیت ہے اور یہ اُن کے جذبہ کی صداقت کا ثبوت ہے۔ دل کی گہرائیوں سے نکلا  
ہوا کلام دل پر اثر کرتا ہے۔ ساتھ ہی جامعیت اور افادیت کی خوبیاں اپنی جگہ  
اہم ہیں۔ تصوف کے نکات، معرفت کے رموز، مشاہدہ باطن کے اسرار اور قلبی واہیات  
کا بیان شاہ نیازؒ کے کلام میں بڑے دلکش اور دلنشیں انداز میں ملتا ہے اور







سے بھی کام لیا ہے ۵

عین اور اکیست عاجز ماندن اندر اک او  
کار با عجز دست آخر کار دور سر کار ۱۵  
رنگ برنگی ست اصل رنگہائے رنگ رنگ  
نورِ بیرنگی پہ اندِ نیرنگی انوار ۱۵  
”معرفتِ الہی“ وہ بجز ناپیدا کتا ہے جس کی گہرائیوں تک پہنچنے کا دعویٰ  
کون کر سکتا ہے جب کہ خود سرور کائنات فرماتے ہیں: ”ما عرفنا حق  
معرفتنا“ حضرت نیازؒ کی زبان سے سنئے ۵

حیرت اندر حیرت آمد حیرت اندر حیرت دست  
ہست با حیرت ز سر تا پائے کار و بار ۱۵  
گنگ می گرد زبان اہل عرفاں زیر مقام  
ما عرفنا گفت این جاسیدِ ابراہیم ۱۵  
اور ”قلزم عرفان“ کے غواصوں کا حال کیا ہوتا ہے کہ ہونٹ خشک، جگر

تفتہ اور کال سیرابی کے باوجود تشنہ کامی کا شدید احساس ۵  
لب خشک و تشنہ کام جگر تفتہ ام ہنوز  
حالانکہ غرقِ قلزم عرفانم میں چینیں ۱۵  
صوفی نغمگی کی مثالیں بھی کلام نیازؒ میں بکثرت ملتی ہیں۔ کبھی الفاظ کے  
اُلٹ پھیر سے بھی معنی آفرینی کرتے ہیں اور کلام کی غنائیت بھی مجروح نہیں  
ہونے پاتی بحروں کے انتخاب میں اس کی رعایت مد نظر رہتی ہے اور کبھی  
قافیہ اور ردیف کی تکرار سے غنائی کیفیت پیدا کرتے ہیں ۵

جائے نہ مئے باقی، از دستِ خوش ساقی  
با کثرتِ مشتاقی می جویم و می رقصم ۱۵  
درون آئینہ خویش تا خدا دیدم  
بہ سوئے خود نگراںم و گر نہ می دادم ۱۵  
عاشق بے خبر منم، من نہ منم، نہ من منم  
عارف باہر منم، من نہ منم، نہ من منم ۱۵

۱۵ دیوان نیاز صفحہ ۲

۲۶ ” ” ” ”

۲۳ ” ” ” ”

۱۵ دیوان نیاز صفحہ ۲

۲ ” ” ” ”

۱۹ ” ” ” ”



شام منم، سحر منم، شمس منم، قمر منم  
 در ہمہ جلوہ گر منم، من نہ منم، نہ من منم  
 این ہمہ بحر و بر منم، وین ہمہ خشک تر منم  
 قطره منم، گہر منم، من نہ منم، نہ من منم  
 کافر عشق ہوں میں بندہ اسلام نہیں  
 بہت پرستی کے سوا، اور مجھے کام نہیں  
 چھوڑ کر سینہ، شاید آیا ہے  
 اب دل بے قرار آنکھوں میں ہے  
 شنیدہ ام بہ صنم خانہ از زبان صنم  
 صنم پرست و صنم کر، صنم شکن، ہمراہ است  
 بہ بہستان تجل گل عذارے کردہ ام پیدا  
 سراپا دلکشے رنگیں نگارے کردہ ام پیدا  
 حضرت نیاز بڑے ہی قادر الکلام اور "فصیح البیان" شاعر تھے جس کا اعتراف  
 اور احساس انھیں خود بھی تھا اور اپنی "فکر رسا" کا ذکر بھی انھوں نے خود کیا ہے  
 بھلا اک غزل اور بھی ایسی کہیو  
 تجھے میں "فصیح البیان" دیکھتا ہوں  
 رکھے ہیں نیاز یہ اہل دل تھے شعر سننے کا استیاق  
 غزل ایک دوسری اور کہہ تجھے حق نے "فکر رسا" دیا  
 لیکن جلد ہی انھیں یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ "شعر و سخن کے جوڑ توڑ" پیدا  
 کرنا ان کا مسلک نہیں بلکہ "ذکر و فکر" میں گم گشتگی ہی ان کا مقام ہے  
 عبت ہیں شعر و سخن کے یہ جوڑ توڑ نیاز  
 تو اپنے ذکر کی اور فکر کی طرف منہ موڑ  
 لیکن ذکر و فکر میں مستغرق رہتے ہوئے بھی سنگلاخ زمینوں سے بے تکلفانہ  
 گزرتے ہوئے نظر آتے ہیں  
 کس پیار کی نگاہ کا دل میں لگا خدنگ  
 مرگ و حیات اپنی ہوئیں دونوں ایک رنگ  
 حرص و ہوائے نفس ہے زنجیر پائے دل  
 پاتا نہیں نجات کی تدبیر ا لفیات

۱۵ دیوان نیاز صفحہ ۵۱

۱۶ " " " " ۸

۱۷ " " " " ۵۰

۱۸ " " " " ۴۴

۱۹ " " " " ۴۶

۱۵ دیوان نیاز صفحہ ۴۳

۱۶ " " " " ۴۹

۱۷ " " " " ۳

۱۸ " " " " ۴۲

۱۹ " " " " ۴۸



شکر غم آ پڑا، اقلیم دل پر ٹوٹ ٹوٹ یاں ندائے الاماں تھی، واں صدائے ٹوٹ ٹوٹ  
 ہندی الفاظ کے ساتھ فارسی الفاظ کو اضافت کے ذریعہ جوڑنا اہل زبان  
 کے نزدیک معیوب سمجھا گیا ہے مگر شاہ نیاز نے اسے اس خوبی سے نبھایا ہے کہ بسیاختہ  
 داد نکلتی ہے اور یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اس جگہ دوسرا لفظ لایا جانا کوئی  
 دوسری ترکیب بندش ممکن ہی نہیں ہو سکتی ہے اسلئے اگرچہ خلاف اصول قواعد  
 ہے لیکن ایسا بر محل بے ساختہ اور غیر ارادی استعمال ہے کہ جس کی مثالیں  
 دوسری جگہ ملنا مشکل ہے۔

حضرت نیاز کے کلام میں ہندوستانی فضا اور ہندوستانی رنگ و بو  
 ہے۔ انکی تشبیہات بھی اکثر ہندوستانی ماحول کی ترجمانی کرتی ہیں حالانکہ وہ  
 خیال ہندی کے قائل نہیں۔

نیاز شعر خیالی نہیں پسند عوام غزل کہو تو کہو ٹک خیال ہندی چھوڑ  
 عشق کے میدان میں آ، صورتِ انسان بنا عاشقِ مولا ہوا چاند کا جیسے چکور  
 گر "گبک درسی" چال بانکی یہ دیکھے رہ جائے اچک، اور کرے رفتار فراموش  
 "جوڑے" کو جو وہ نازیں باندھے تو ہے لازماً تارِ نگہ چشم ہونا ک سے باندھے  
 "مائی" سے ہماری وہ بنا کر کے "بگوئے" چکر ہی میں رکھتا ہے سدا چاک سے باندھے  
 دنیا سرا ایسی نہیں، آکر جہاں رہ جائیے بس شب کی شب آئے، ہے اور پھر مجرم چلے  
 "وحدت وجود" یعنی "ہمہ اوست" حضرت نیاز کا خاص موضوع سخن ہے  
 ان کے اردو اور فارسی کلام میں جا بجا وحدت وجود کے خیالات بکھرے ہوئے

۲۵ دیوان نیاز صفحہ ۴۷

۴۷ " " " ۴۸

۴۹ " " " ۵۵

۲۵ دیوان نیاز صفحہ ۴۵

۴۶ " " " ۴۷

۴۸ " " " ۵۵



مالتے ہیں اور یہ مسئلہ صوفیانہ شاعری کی جان ہے۔ اسی مسئلہ کے ذکر و بیان سے صوفیانہ شاعری میں ذوق و شوق، جوش و خروش، سوز و گداز اور زور و اثر پیدا ہوا ہے۔ شیخ سعدیؒ نے وحدت وجود کی تشریح کے سلسلے میں ایک تمثیلی حکایت لکھی ہے کہ کسی نے جنگنو سے پوچھا کہ ”تم دن کو کیوں نہیں نکلتے؟“ اس نے کہا ”میں تو دن رات ایک ہی جگہ رہتا ہوں، لیکن آفتاب کی روشنی کے ہوتے میں لوگوں کو نظر نہیں آتا۔ یہی حال تمام عالم کا ہے کہ خدا کی ہستی کے مقابلہ میں ان کا وجود اہل حال کو نظر نہیں آتا۔“ وحدت وجود“ کی تعریف دوسرے لفظوں میں یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ جس طرح کسی تیز روشنی کے سامنے مکرر دہے کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے اسی طرح خداوند تعالیٰ کے وجود کی روشنی کے آگے غیر خدا کا وجود بے حقیقت اور اس کی ”روشنی“ تاریکی معلوم ہوتی ہے وحدت کے اس تصور کو ”وحدت شہود“ کہتے ہیں اور حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اسی کو جا بجا اپنے مکتوبات میں ثابت کیا ہے۔

رفتہ رفتہ ”وحدت شہود“ کا تصور ”وحدت وجود“ کے تصور میں تبدیل ہو گیا۔ یعنی کہ درحقیقت خدا کے سوا کوئی اور چیز سرے سے موجود ہی نہیں یا بالفاظ دیگر جو کچھ اس جہان آب و گل میں موجود ہے۔ سب خدا ہی ہے۔ گویا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ خدا کا مظہر تجلی ہے۔ بقول شبلی نعمانی ”تمام عالم شاہد حقیقی کا جلوہ ہے، یہ جو کچھ نظر آتا ہے، اس کے کرشمے اور ادائیں ہیں۔ ایک رُوح ہے جو تمام اشیاء میں ساری ہے، ایک نور ہے جس سے تمام فضا بے ہستی روشن ہے، ایک آفتاب ہے جو ہر ذرہ میں چمک رہا ہے، ہر چیز خدا ہے۔ تمام عالم اس کے اشکال گونا گوں ہیں۔ ایک ہستی مطلق، عام بھی ہے، خاص بھی،



مطلق بھی، مقید بھی، کُلی بھی، جُزئی بھی، جوہر بھی ہے، عرض بھی، سیاہ بھی ہے۔  
سفید بھی<sup>۱۵</sup>۔

حضرت نیاز نے اٹھارھویں صدی عیسوی میں اس نظریہ کی اشاعت  
میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیا اور ان کے کلام کا بیشتر حصہ اسی رنگ میں رنگا  
ہوا ہے۔

جز خدا نیست دیگرے موجود	من تو حیلہ و بہانہ اوست <sup>۱۵</sup>
ذات حق خورشید ایں عیان مارا ذات اوست	تابش ذرات ماز عکس اشراقات اوست <sup>۱۶</sup>
معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا	از ماہ تابہ ماہی سب ہے ظہور تیرا <sup>۱۷</sup>
نیرنگیوں سے یار کی حیراں نہ ہو جیو	ہر رنگ میں اسی کو منو دار دیکھنا <sup>۱۸</sup>
جسے ذات بے رنگ و بے چوں کہیں ہیں	بہر رنگ جلوہ کناں دیکھتا ہوں
ازل سے ابد تک جو کثرت ہے پیدا	سو وحدت کا دریا رواں دیکھتا ہوں <sup>۱۹</sup>
زمین و آسمان و رخ و بیاں ہی منو در قم	کہ خط و خال رخ و زلف پر شکن ہما اوست
زمین و آسمان و رخ و بیاں ہی منو در قم	کہ قیس لیلی و شیریں کو بہن ہما اوست
اگر ز قید تعین بروں شوی چو نیاز	نظر کنی کہ دریں زیر پیرہن ہما اوست <sup>۲۰</sup>
کہیں کہیں تو حضرت نیاز کی زبان راز دروں پردہ کو فاش کرتی ہوئی نظر	

آتی ہے۔

رتبہ اش عالی ست از بدن دریں کون و مکان      ہوا العجب مستم کہ ہم در ہر مکان می بینمش

۱۵ دیوان نیاز صفحہ ۸

۱۶ شعرا العجم حصہ پنجم صفحہ ۱۴۳-۱۴۴

۱۷ " " " " ۲۲

۱۸ دیوان نیاز صفحہ ۹

۱۹ " " " " ۵۰

۲۰ " " " " ۳۵

۲۱ " " " " ۱۰-۹



گاہ صفا ہوش و عاقل، واعظ و عالم شود  
گاہ باناز و ادائش شوخ و شنگ دل ربا  
گرچہ پوشد کسوت بسیار در رنگ ہزار  
عین دریا ست حبابم بہ نگاہ و تحقیق

گاہ مست اندر سر پیر مغاں می بنمیش  
در لباس گل رخاں خوش نوجواں می بنمیش  
لیک من اورا چو یک نام ہماں می بنمیش  
ورنہ این قطرہ چرا شورش دریا می کرد

خدا اور کائنات کے وجود کو ریاضی کی مدد سے اس طرح حل کرتے ہیں کہ

جو تعلق ایک اور دوسرے اعداد میں ہے وہی خدا اور کائنات میں ہے۔  
تعیانات کے نقطوں سے ہے کثیر احد وہی ہے ایک، یہ دس، سو، ہزار، لاکھ، کروڑ

”وحدت ادیان“ صوفیوں کا خاص نظریہ ہے اور اسی نظریہ کی تبلیغ کے

ذریعہ محبت کی عام تعلیم دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام کے معتقدین  
میں بلا تفریق مذہب و ملت ہر طبقہ کے لوگ شامل رہے ہیں اور آج بھی تعصب  
لا مذہبیت، بے دینی اور نفرت کے دور میں بادۂ تصوف کے سرشاروں میں ہندو  
مسلمان، سکھ اور عیسائی ہر مذہب اور ہر فرقہ کے لوگ نظر آتے ہیں۔ حضرت  
نیاز کے فارسی اور اردو کلام میں جا بجا ”وحدت ادیان“ کے خیالات نظر  
آتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ اگر تمام مذاہب کے ماننے والے بادۂ توحید  
سے سرشار ہو جائیں تو باہمی نفرت و عناد کی بنیادیں ختم ہو جائیں اور محبت  
کی عام فضا پیدا ہو جائے۔

ہفتاد و دو ملت کی ہو تکرار فراموش  
ایک جڑ سے ہیں یہ نکلی ڈالیاں سب جڑ سے

گر بادۂ توحید پیس اہل مشارب  
یہ سب دیان و ملل ہیں شاخ ہائے یک درخت



جورب الحرم ہے، صنم بھی وہ ہے حرم، دیر میں اکیساں دیکھتا ہوں  
 اسے برہمن اُسے سیخ مانے یہ آپس کا جھگڑا یہاں دیکھتا ہوں  
 دیکھ کر نیرنگیاں تیری اسیران ملل ملت مذہب کی قیدوں سے لئے ہیں چھو چھوٹ  
 وحدت ایسی ہوئی ہے جلوہ نما ایک ہے، سو ہزار آنکھوں میں  
 عشق و محبت کا درس تو ازل ہی سے مل چکا تھا اسی لئے یہ مشغلہ

ساری زندگی جاری رہا ہے  
 درازل شغلِ دم عشقِ بتاں می بودہ است زین سبب روز و شب کاراں می بنمیش ہے  
 اور عشق کیا ہے؟ حضرت نیازؒ کی زبان سے سنئے  
 پر تو جہرِ قدیم است، این مہتابانِ عشق جلوہ نورِ کلیم است، آتش سوزانِ عشق  
 وہ عشق کے ملت وائیں کو تمام دوسرے ملل و مذاہب سے بہتر سمجھتے  
 تھے اور اسی لئے زندگی بھر جادہ پیائے طریقِ عاشقی رہنا پسند کیا ہے  
 ملت وائیں عشق از جملہ ملتہا نکوست زین جہت دہ می روم جادہ یارانِ عشق  
 اور ”عشق کے دیدہ حیراں“ نے انھیں جو جلوے دکھائے، خرد کی  
 چشمِ ادراک انھیں دیکھنے سے قاصر تھی  
 چشمِ ادراکِ خرد را بہرہ نبود نیاز از تماثلے کہ بند دیدہ حیرانِ عشق  
 حافظ شیرازی کہہ گئے ہیں  
 ہرگز نہ میردا آنکہ دلش زندہ شد عشق ثبت است بر جریہ عالم دوام ما

۴ دیوان نیاز صفحہ ۴۵

۱۷ ” ” ” ”

۱۹ ” ” ” ”

۱ دیوان نیاز صفحہ ۵۰

۳ ” ” ” ”

۵ ” ” ” ”

۷ ” ” ” ”







ہے اور ہر جگہ استعمال بھی خوبی سے کرتے ہیں۔ ساتھ ہی عربی جملوں اور فقروں

کے بر محل نظم کرنے پر بھی عبور حاصل ہے۔

”بے تعین“ بود کنیز محفی“ اندر کج غیب“ در تعین“ آمد آں گنجینہ اسرار ما<sup>۱۷</sup>

لا ینہر من کاسک من کان سکاکل<sup>۱۸</sup> مست مئے ناپ تو بہ ہوش آمدنی نیست

قد کان من القلب مدا ماد صا<sup>۱۹</sup> ہر قطرہ اشکے کہ فرور بختم از چشم

بداں کہ ہر مکان“ ہم“ لامکان“ ست<sup>۲۰</sup> اگر دانی کہ ہر شے“ ہست“ لامشیع“

لایس من دون الفناحبس عالی دکان عشق<sup>۲۱</sup> لیس فی شوق الحقیقہ من متاع غیو حق

”لا واحد لا ھو“ می گویم و می رقصم<sup>۲۲</sup> در شوق جمال او، یک دل شد و یک رو

عرش“ سلطان وجوب“ ایں کرسی امکان دل<sup>۲۳</sup> جلوہ گاہ ذات ہیں در منظر ایوان دل

خطر از دست لغزیدن نہ دارم<sup>۲۴</sup> ”محیط عالم“ و ”مرکز“ نشینم

وما ینجو بمنحاج وقانون<sup>۲۵</sup> نہ می داند طبیب آزار مارا

یہ اشعار بھی دامن نگاہ و دل کو کھینچنے کے لئے کافی ہیں۔

جگر آتش، دل آتش، سینہ آتش، دیدہ ہا آتش

بایں ہر چار آتش کار و بارے کردہ ام پیدا<sup>۲۶</sup>

چرخ بایں ہمہ بے مہری و بے داد گری<sup>۲۷</sup> بر سر کشتہ جور توجہ ہیہا می کرد

شد بہ فرمان کسے جان و دل و ایما نم<sup>۲۸</sup> کہ مدام از سر لطافت تقاضا می کرد

۲۷ دیوان نیاز صفحہ ۶

۱۷ دیوان نیاز صفحہ ۳

۲۸ ” ” ” ” ۱۸

۲۹ دیوان نیاز صفحہ ۷

۳۰ ” ” ” ” ۱۹

۳۱ ” ” ” ” ۱۹

۳۲ ” ” ” ” ۲۸

۳۳ ” ” ” ” ۲۱

۳۴ ” ” ” ” ۱۳

۳۵ ” ” ” ” ۳



خیال زلفاں بہت نشہ ام از کفر و دیں نیشکست

نہ من تسبیح می خوانم، نہ ز ناز آرزو دارم

حیران ما بہ دور تو ساقی برائے چہیست

منم پروانہ و ہم شمع و ہم سوز

حرفیست جہاں از ورق دفتر علم

یا الہی ز ورق گردوں سنبھال

مُجھکتا نہیں یہ دل طرفِ قبلہ عالم

دیوان نیازؒ میں فارسی، اردو غزلیات کے علاوہ چند مختصر شہزاد

مستزاد، تضمین، حمد، مناجات، اور منقبت کے نمونے بھی موجود ہیں، شہزاد

میں نیازؒ کی صفائی زبان اور روانی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ جا بجا

عربی اشعار بھی ملتے ہیں اور آخر میں ہندی کلام کا نمونہ بھی موجود ہے۔

پیش نظر دیوان میں صحت و درستی کے ساتھ ساتھ دو ایسی غزلیں بھی

شامل کی جا رہی ہیں جو ”دیوان نیازؒ“ کے قدیم ایڈیشنوں میں شامل نہ تھیں

یہ دونوں غزلیں چمنستان بے نظیر جلد دوم مطبوعہ ۱۹۲۷ء (باردہم) اور

مجمع الاشعار مطبوعہ ۱۸۹۶ء (بار ششم) نو لکھنؤ میں موجود ہیں۔





# دیوان فارسی

## غزلیات :- ردیف الف

(۱)

اے غنی ذات تو از اقرار و زانکار ما  
نئے بہارت ہستی ما، نئے خزانہ نسبتے  
کنز مخفی بود اندر عیب مطلق ذات تو  
رنگ برنگی سب اصل رنگہائے رنگ رنگ  
ہستیت خود بجز متواجست ناپیدا کنار  
ما کیا نیم از خودی در حضرت دم بر ز نیم؟  
عین ہستی خود توئی، پس از تو چوں منکر شویم؟  
کئے رسد شاہین فکر اندر ہولائے اوج او؟  
از چہ رُودست نگہ تا پایہ کنہیت رسد؟  
کئے رسائی یا بداند حضرت تو چوں چند؟  
فرض کردم کہ حجاب نور ظلمت دور شد  
خارج از عقل و قیاس و ہم جملہ خاص و عام  
نئے یکے گنجد در آں جا، نئے دوئی گفتن و

بے نیاز از ما و از پیدائی و اظہار ما  
اے بہارت بے تعلق از گل و از خار ما  
نام ما آں جا کجا بود و کجا آتا رہ ما؟  
نور بے رنگی بہ از نیرنگی انوار ما  
قطرہ باشد یا نمی زداں بحر ایں زخار ما  
اے اکم از کم روبرویت ایں ہمہ بسیار ما  
حجت ہستی قلست، ایں ہستی انکار ما  
بے پروبال ست آں جاپا کر طیار ما  
تاب دیدارت نہ دارد دیدہ بقہار ما  
گرچہ زیں ہار و نقست و گرمی یا زرار ما  
در حریم قدس تو ممکن نہ باشد بار ما  
دور از حدتے کہ باشد حیطہ افکار ما  
بسکہ عالی ہست ز اطلاق کم و بسیار ما



نسبت تنزیہ و تشبیہش نمودن ناسر است  
اعتبارات و اضافاتے کہ آید بر زبان  
عین اور اکیست عاجز ماندن از ادراک  
حیرت اندر حیرت آمد، حیرت اندر حیرت  
گنگ می گرد زبان اہل عرفان میں مقام  
دادہ ام از ذات احدیت نشانت لے نیاز  
چشم دل بکشاؤنا بر معنی استعارہ ما

(۲)

لے نہاں در کج غیب، از دیدہ اہل بار  
خود نقاب رُوئے او مانیم و دیگر پہنچ نیست  
گر بہ فتاد و دولت جام و حیات در دہد  
در مقامے گر نماید رُوئے خود بے پردہ  
بر لب جوئے جہاں با ساز و برگ تازہ  
چشم مار ایک نگہ بر سر گس مستش فتاد  
جوں بہ گوش آمد صدائے نغمہ قول "الست"  
در شناسائی چہاں آید رخ زیبائے او  
رُوئے خود یک روست گوینم اور اصد ہزار  
رامی و مرآت مرآء، جملگی یک ذات اوست  
خود توئی ناظر، توئی منظور، جان جہاں

نیست جز تو کس عیاں در کوچہ و بازار ما  
گر بماند روز و ریش، گم شود آفتاب ما  
دور گردد اختلاف این ہمہ تکرار ما  
کے بماند دین و کفر و سبھ و زنتار ما  
ہر زمان آید خراماں سر و خوش رفتار ما  
بے خود و دیوانہ شد، فرزانہ ہشیار ما  
می زند بانگ بلے ہر ریشہ و ہر تار ما  
تاب دیکر می دید، ہر لحظہ بر انظار ما  
موجب کثرت بود آئینہ بسیار ما  
عقل حیراں ست در صفت گرمی یار ما  
پس چرا باستی نہاں، از دیدہ انظار ما

مستیت بالے ست برگنج جمالش لے نیاز  
گنج می آید بہ دست، از کشتہ گرد دما رما



(۳)

شاہدِ رویِ خود آید یا رگلِ رخسارِ ما  
 مہر و مددِ آئینہ میں شاہدِ گفتارِ ما  
 کز طاسم جا دوش دیوانہ نشد ہمشیارِ ما  
 شد پر از بویِ دل آویزش میرِ عطارِ ما  
 تابیا بد سوئے ماں یا رخوش رفتارِ ما  
 گوز استثناء نہ کردہ رو باستحضارِ ما  
 بر سرِ خود می دید، آمد بر میرا سرارِ ما  
 دید بالا جمالِ نقد و جنسِ این بازارِ ما  
 در تماشائے خودش شد سرِیں گلزارِ ما  
 در تعین آمد آں گنجینہ اسرارِ ما  
 پس بود احمد احمد از دور این گفتارِ ما

خود تجلی کردہ بر خود آں بیتِ عیارِ ما  
 مقتضائے حسن باشد جلوہ گر بودن بخود  
 یارب آں رو نور تاباں ست یا افسون و سحر  
 موئے او کیسویں مشکیں ست یا دکانِ عطر  
 حسن خود نہ گذاشت تا بیند بہوئے ماسوا  
 بس کہ مجمل یک نگاہ سوئے ما ہم کردہ بود  
 مخفی در ذات او بودیم چوں روغن بہ شیر  
 از ازل چوں برق بگذشت از رو ملکِ ظہور  
 بود شاخ و برگ و گل در تخمِ ذاتش مند و مج  
 بے تعین بود کنیزِ مخفی اندر کینچ غیب  
 جلوہ نوری نمود و نور احمد نام ست

از تعینِ اول و وحدت بیانے کردہ ام  
 اے نیاز آرد بہ گوشِ این گوہر شہوارِ ما

(۴)

سر یا دل کشتے، رنگیں نکالے کردہ ام پیدا  
 جتے، غارت گردیں، سحر کالے کردہ ام پیدا  
 عجائبِ دل بآئے، طرفہ یائے کردہ ام پیدا  
 سر دیوانِ حُسنے، خوش شعلے کردہ ام پیدا  
 بہ داغستانِ دل رنگیں بہائے کردہ ام پیدا  
 بہ این ہر چار آتش کار و دیکھے کردہ ام پیدا

بہ بستانِ تجملِ کل عذارے کردہ ام پیدا  
 قیامت قائمے، بالا بلالے آفتِ جانے  
 نکالے، کافرے، زاهد فریبے، عشوہ پردائے  
 جوانے، نکتہ دانے، طبع موزونے، سخن سنجے  
 بیا جانان! تماشا کن چراغانِ تن سوزاں  
 جگر آتش، دل آتش، سینہ آتش، دیدہ آتش



گزار کاروانِ بختِ دل از سینہ می جستم  
دل و جان را عزیز از بہر آن ارم کہ پہاں را  
کہ ہش از دیدہ خونبار بائے کردہ ام پیدا  
بہ گردِ روستے جاناں، جانِ نثارے کردہ ام پیدا  
سرد سامانم از عجز و نیاز و بے خور و خوابی ست  
بہ زورِ ناتوانی حالِ زارے کردہ ام پیدا

(۵)

بہ ملکِ ہستی خود شہریارے کردہ ام پیدا  
بہ افکندم نقاب از رخ، رہا کردم تعین را  
بہ لغزش بودم از بر پائی پائے تنِ خاکی  
بہ معیارِ ریاضتِ نقدِ ہمت را نکو دیدہ  
ز دمِ صد چاک بر کوہِ دلم از تیشہ محنت  
پُر از دُر ہائے شہوار ست اما نم سجد اشد  
عزیمتہا ہی کردم کہ شیطان بر طرف گردد  
بہ صیدِ ماسوا شاہینِ ہمت کے فرود آرم؟  
مکانِ لامکانِ ارم، نشانِ بے نشانِ نہایت  
شناور باندَم اندر بحرِ جہت جوئے یک عمرے  
درونِ گردِ تنِ من شہسوارے کردہ ام پیدا  
بہ زویے خودی یک اختیارے کردہ ام پیدا  
ز بے پائیش پائے استوارے کردہ ام پیدا  
پسندِ خاطر دلہا، عیارے کردہ ام پیدا  
بہ تنہائی نشینی طرفہ غارے کردہ ام پیدا  
چہیں دولت ز چشمِ اشکیارے کردہ ام پیدا  
ز یک دانی و یک بینی حصارے کردہ ام پیدا  
بہ اوجِ قدس بہر او، شکارے کردہ ام پیدا  
بروں از چرخِ دائر، بینِ یارے کردہ ام پیدا  
دمیدستم بہ خود دیاے، کتارے کردہ ام پیدا  
شکارِ دن درونِ بحر، بحدِ سختِ مشکل بود  
بہ بازوئے نیاز و عجز کارے کردہ ام پیدا

(۶)

امشب آست کہ زد حلقہ جہاں بردِ را  
در شبستانِ جہاں بر منظرِ سمیعِ سحر  
چکہ از ابرِ مجازم رشحاتِ تحقیق  
نیرِ نورِ خدا کرد طلوع از برِ ما  
بے فروغِ ست مہ چارہ با اخترِ ما  
قلزم دیدِ حقیقت شدہ چشمِ ترِ ما



زاهد اجمام طہور اپنے فردا بردار!  
نظر حضرت عشق ست بہ سوئے فقراء  
آوج گیرائی ما، ہیں، کہ فضائے ملکوت  
فکر ہر کس نہ رسد مغز سخن رائے دل!

جرعہ نوش کن این دم ز منے ساعر ما  
کہ نہاد افسر شاہی جہاں بر میر ما  
جملہ در سایہ شد اندرتہ بال و پر ما  
نگہ شیشہ گراں کرد کجا گو ہر ما؟

تا نیاز از خودی خود بری، سوزاں باش  
ہم چوں اسپند بہ آتش کردہ مجر ما

(۷)

دی پائے بند دین مجازی بدیم ما  
اسلام را گذاشتہ در عشق آں صہم  
از تابہائے اشوہ حسن و جمال یار  
صد شیشہ تو ہم کثرت شکستہ ایم  
ذات و صفات ما ہمہ منسوب سوائے است  
پیدا است سر عشق ز بطن بطون من

ایں دم، قدم بہ کفر حقیقی زدیم ما  
مسجد خراب کردہ بہ دیر آبدیم ما  
از پائے تابہ سر ہمہ آتش شدیم ما  
تا گشتہ در معارف حق، اوحدیم ما  
از ہر جہت بہ ہر جہتس مسندیم ما  
از ہر طفل معرفتس والدیم ما

بیاک گشتہ ایم ز شور جہاں نیاز  
دست از خودی فتانہ ز خود بے خودیم ما

(۸)

دین مغان گرفتہ و خوش کافریم ما  
از فرقہ ہائے تفرقہ خود منکریم ما  
دانا کشیم و دشمن عقلم با لیقین  
رندیم و بے خودیم و ز خود آستانہ ایم  
از جلوہ ہائے حسن بہ چشم نگاہ دل

مستیم و می کشیم و ز خود می ریم ما  
با جمیع اہل جمع موافق تریم ما  
گردن زن تن و دل و جاں پروریم ما  
وز خطرہ ہائے وہم، صفا خاطریم ما  
در سخت حیرتیم و بلا، ششدریم ما



از تابش شعاع جمال و جلال یار  
آتش گرفته از کف پاتا سریم ما  
با کے زیر سران خیام نیاز نیست  
جاں را بہ کف ہنادہ و خوش بے سریم ما

(۹)

بہ مراآت جہاں بنود جانان رُوئے زیبارا  
انیس اہل ایماں ہم شدہ ہم یار بے دیناں  
بہ سیت پارسایاں بار تقویٰ بہ ہنادہ ست  
بہ نور آفتاب رُوئے او، ہر ذرہ تاباں شد  
بہ قوئے فخر فقر و خاکساری کرد آفرینی  
بہ ہر ملکہ دگر را ہے ورسمے دیگرے دارد  
بہ رنگ دگر و نشان دگر، ہر پیر و برنار  
بنائے کعبہ را ہم ساخت، ہم دیر و کلیدار  
بہ جان بکساں انداخت ہر جام صہبار  
نہ تنہا ماہ کنعان کی کہ بنودہ ز لیخا را  
بہ جمعے تاج فغوری و جاہ و جہمت دارا  
بہ ہر طرف معین ساختہ افواج اسارا

نیاز از فیضِ جودِ دوست پر مغمورہ عالم

کہ از تحتِ لثری بنواخت تا فوقِ الشریا را

الایا ایتھا السّاقی بہ نوشاں جان مئے مار  
سر پابے خودم گرداں، ز قید ہستیم برہاں  
بلائے بند مہی سخت عقد مشکلی دارد  
دریں مشکل کشائی باز در حکمت چہ کار آید؟  
بیا و جلوہ گر شو بر دم لے راحت جام  
سریر دل بہ ملک تن، ہتیا دام او لیکن  
بہ پروا ایم چہ پروا سیتاں کس اکسے پروا  
ہنادی داغ اندر سینہ ہتیا بہ ست افروز  
کہ نشا سم زدہ ہوشی سر از پا در سر پا را  
چہ در بند خودی خودیافتہ جملہ بلا ہا را  
کہ مشکل می نماید حل ز دل بر پیر و برنار  
نہ می بینم توانا نیش را لا جام صہبار  
و گر پسند بر من وعدہ امروز و فردا را  
گذرے نیست گر ناید پسند کن شاہ زیبارا  
نہ یارم در جناب و ست نے یار است پروا را  
برا فکندی ز عارض چون نقاب لف دوتا را

لہ اشارہ ہے حدیث نبوی "الفقر فخری" کی طرف (مرتب)



چہ بے صبری ست یارب، دینچ بیتابی کہ منام  
مبادا میں حالتہم ہرگز بہ قسمت گہر و ترسارا  
بہ شبہائے فراق تو، و در روزانِ مہجوری  
اگر بیند مرا صد پارہ گردد سینہ خارا  
نیاز و انکسار و عجز من از حد گذر کرده  
بدہ یک ذرہ باری بہ درگاہ خود م یارا

(۱۱)

بیالے ساقی زیبا و پرکن جام صہبارا  
پیاپے دہ بہ ماؤ، بے خبر گرداں ز خود مارا  
جمال حسن دئے خود بہ مشتاقان خود ہما  
برا فکن از رخ عارض نقابِ لطف دوتا  
گداو بے نواہیم بے سرو برگشت سامانم  
نہ خواہم ملک اسکندر نہ جاہ و حشمت دارا  
غمِ ہجران مرا گشت و قیامت بر سرم آورد  
بنا، بنگر بہ حالِ ما و بنشانِ فتنہ ہر پارا  
شبِ انگور آمد اندر چشم من در حالِ مخموری  
بہ حبیبِ سماں دیدیم چوں عقدِ ثریا را  
بہ گوشت کئے کند جا و عظم و پندِ اعظ و ناصح؟  
کہ درمستان نہ باشد قدر و عزت مردِ دانا

نیازا نہ در طریق خاکساری خوش دواں می باش  
شعر و دل دارت آخر نرم، گر سخت ست چوں خارا

(۱۲)

بس جامہ خوں، گشتہ شمشیرِ جفا را  
پیرا ہن سرخ ست، لباسِ شہد ا را  
یک ناخن دیدہ چرخ ست مرہ نو  
نظارہ گہ ابروئے خمدار نما را  
اندر بغل آوردہ ام اینک دلِ بریاں  
تا با سنگ کوئے تو کنم پیشِ ملا را  
گیسو ست بہ رُوئے تو، و یا شبِ بُوخِ روز؟  
یا اسود زنگیست بہم ترک نما را  
مست مئے نابِ توبہ ہوش آمدنی نیست  
کلا یخچر من کاسیک من کان سکاسا  
چوں شمع سراپا بہ سر گر یہ و آہم  
روزے بہ تماشائے رُخش جوش ز دم من  
مَنْ قَارَكَ قَدْ حَوَّفَ وَفَاتَا وَمَجَا سَلَا  
اَجْرُنِي مِنَ الْعَيْنِ عِيُونًا وَبَحَارًا



ہر قطرہ اشکے کہ فرو نہ ختم از چشم  
چوں دید سر شکم شفقی گفت "بیاراں"  
نہیں پیش کسے چوں تو بدین نکتہ دیدست  
یارب چہ کنم چارہ خود پیچ نہ دارم  
قد کان من القلب مداما و مناسل  
ہاں دوکنید ایں کس پر مکر و دغا را  
دزدیدہ نگر از کف من رنگ سنا را  
ایں زندگی تلخ بہ من نیست گوا را  
رحمت بہ نیاز اے شر بہیداد ستم گر  
تا کئے نہ وہی داد بہ فریاد گدا را

(۱۳)

اے دل بہ گیر دامن سلطان اولیا  
ذوق دگر بہ جام شہادت ازورسید  
چوں صاحب مقام نبی و علی ست  
آئینہ جمال الہی ست صورتش  
یعنی حسین ابن علی جان اولیا  
شوق دگر بہ ہستی عرفان اولیا  
ہم فخر انبیاء شدہ ہم شان اولیا  
زاں روشد ست قبلہ ایمان اولیا  
گوئے سبق ربودہ زمیضان اولیا  
سیمائے اوست شمع شبستان اولیا  
دار دنیا ز حشر خود امید با حسین  
با اولیا ست حشر محبان اولیا

## رَدیف "ت"

(۱۴)

عشقت آست کز و نام و نشانم باقی ست  
گوہر ہستی من گرچہ حباب آساہست  
محفلی ساغر و مئے مطرب و نئے اسرگشت  
گرچہ فانی شدیم ذکر و بیانم باقی ست  
ذات حق کان من و بحیرہ دانم باقی ست  
مستی و وجد دلِ رقص کنانم باقی ست



شعله نور قدم بر دل طویم تا بید  
سو ختم، خاک شدم، سوزش جانم باقی ست  
گر نه ساندیم در پی دیر چه پاک ست نیاز  
کز ازل تا به ابد جان بهانم باقی ست

(۱۵)

رفتم اندر تهر خاک، انس بتانم باقی ست  
عشق جانم بر بود آفت جانم باقی ست  
سرو سامان وجودم شر عشق به سوخت  
زیر خاکستر دل سوز بهانم باقی ست  
کاروانم همه بگذشت ز میدان شهود  
هم چون نقش کف پا نام نشانم باقی ست  
هستم جمله خیال ست به تمثال سراب  
بایقی من نیم دو هم و گمانم باقی ست  
طلعه فاتحه از خلق نه داریم نیاز  
عشق من از پس من فاتحه خانم باقی ست

(۱۶)

خیال دوست در دل آں چنان است  
که عالم جمله در چشم نهان است  
اگر خواهیم که بینم خویشتن را،  
همی بینم که جانانم عیاں است  
به بین در صورتم با چشم حقیق  
حقیقت را مجازم ز دباں است  
وَجُودُ الْكُلِّ عِنْدِي فِي نِيَاهِي  
منوده ماسوا و هم و گمان است  
بلائی هستی ست این عالم آشوب  
عدم شهرے ست کودارالاماں است  
اگر دانی که هر شیئی هست "لا شیئی"  
بدان که هر مکان هم لامکان است  
دلا! سر حقیقت کس نداند  
لگر صاحب دله کورمزداں است

نیاز این گفتگو از من بپندار  
که ز گفتار ناله را زباں است



(۱۷)

یار مارا ہر زمان نام و نشانے دیگرست  
 در طلسم خلق برگین رخس کیسوے او  
 راہ او از طالب دنیائے دوں کس شود؟  
 من نہ تنہا جان فانی پیش جاناں کردہ ام  
 از اسیران ہوائے حورِ جنت نیستم  
 فارغ از سود و زیان دین و دنیا گنتہ ام  
 دیدہ بردیدار جاناں است مارا دمبدم  
 بندہ عشقم نہ دارم آرزوئے نام و ننگ  
 مرغِ جانم کئے فرود آید زستانِ ارم  
 من جہانے غیر از میں ہر دو جہاں نگزیدہ ام  
 جسم و جانِ کاللاں نبود مثالِ ناقصاں  
 فیضیاب از بارگاہ شیخ عبدالقادر

سیر عشقش در بیان کس نیاید اے نیاز

این چنین اسرار را شرح و بیانے دیگرست

(۱۸)

دے کہ صالح تقدیر طینتم بہ سرشت  
 بہ لوح طالع ہر کس نوشت کردارے  
 درون سینہ من رہے سوئے خود آراست  
 بہ نور آتشِ مہر ش دلم فروزاں شد  
 زرنجِ راحت و مہستی گذشتہ درجائے

سرشت خاکِ مرا با شرابِ صافی چشت  
 بہ سر نوشت من بندہ نقشِ عشق نوشت  
 بہ راہِ کعبہ روم نے کلیسا و نہ کنشت  
 بہ رنگِ لعل بر آمد بہ سوختن انگشت  
 رسیدہ ام کہ در آں جانہ دوزخ و نہ بہشت



نیاز را به مقامی که حق عطا فرمود  
برابرست در بے بہا و ریزہ ریزہ نیست

(۱۹)

سارک بادت لے دل بگشت بنیادیدہ کورت  
عجب کیفیتے دارد نگاہ ناز مخمورش  
قیامت غفل غوغاست در جوش و خروش تو  
برآمد ہر چہ از دل بریاں ہا فاش گوئے دل !  
چو رفتی از میاں پس خود گشتی "انا الحق" زن  
جواب "ہر بے آمرنی" "لکن تو انی" نشووی ہرگز  
نیاید در زگاہ تو بجز آں حسن بے رنگی  
چو خورشید حقیقت شد بروں از مطلع جانت  
نثر بے خوردی از جام لب یار شکر خائے  
نہ باشد گر عبادت خالصاً للہ لے زاید !

نمایاں شد بہ ہر صورت یار نکو صورت  
کہ درستی و مدہوشی در آید جان مجورت  
کہ یک سرگوش عالم پر شد از ہائے وائے شورت  
کہ ہستیاں برائے بے ہستی دارند معذورت  
کہ شد پیوند جان و دل و حالاً منصور  
بہ عشق آتشیں روئے بہ شد سوزان تن طورت  
بہ ہر جانب کہ بینی باشد آں دلدار منظور  
مبدل شد بہ روز روشنی، شہلے دیجورت  
سلامت یافت از تلخی ہجران جان رنجورت  
بہ گو حاصل چہ باشد عاقبت زین جنت خورت

چہ تاب آرد حد و تیرہ، بر روئے نیاز دل !  
فروغے از قدم پیدا است اندر مشعل نورت

(۲۰)

رقصم از نغمہ ترانہ "اوست"  
سُعلہ زن در متاع جان و دلم  
مدت مستیش چہ می پرسی ؟  
ہں کہ درد و جہاں نہ می گنجد  
شاخ و برگ و شکوفہ و گلِ خلق

مستیم از منے مغانہ "اوست"  
آتش کھشن صد زبانہ "اوست"  
کمزازل تا ابد زمانہ "اوست"  
درد دل و درد منہ خانہ "اوست"  
جملہ روئیدگی دانہ "اوست"



جز خدا نیست دیگرے موجود  
باطن و ظاہر اول و آخر  
خلق عالم، زمانہ تا ماہی  
صدف چشم دل کہ تا باں است

روز و شب رشتہ امید و وفا

بستہ بہمت شہانہ "اوست"

(۳۱)

حسن رونے ہر بری رو، عکس حسن رونے "اوست"  
ہر دل اندر بریدن، در ذکر و حبست جوئے اوست  
منزل ہر شرب مذہب، سرائے کوئے اوست  
در حریم کعبہ و دیر و کھلیسا و کنشت  
بر لب ہر جوئے بار و در گلستان و جود  
فتنہ آشوب جان و شورش غوغائے دل

بر نیازی دستان از بے نیازی شکوہ نیست

زاں کہ در خوشیم سرا پارہ و رسم خوئے اوست

(۳۲)

جان عالم در کند حلقہ گیسوئے اوست  
شاہد اہل نظر میں در جمال رونے اوست  
آں کہ صیاد غزال آں لہ جان بودہ اوست  
رہزن ایمان دیں، غارتگر صبر و شکیب  
نے خوش آید در سرم جوئے خوش بہستان ہر

عالم جاں پائے بند بیچ و تاب جوئے اوست  
قبلہ ارباب دل، طاق خم ابروئے اوست  
ناوک انداز نگاہ دیدہ جادوئے اوست  
عشوہ و ناز و ادا و غمزہ جادوئے اوست  
سالہاں کین ماغم پر مشام از بونے اوست



پُر دلم لے دوست آں از کفر عشقت شکوہ نیست  
زاں کہ اوز تار دارِ طرہ ہندے دوست  
عشق بازان حقیقت بے سر اندے نیاز  
چوں سیریں ہاز چو گانش بجلے گوئے دوست

(۲۳)

ذات حق خورشیدِ ایں اعیانِ مارا ذاتِ اوست  
از رخِ بہر ذرہ تاباں نورِ خورشیدِ اوست  
ذات خورشیدِ اوست فی الواقع بہر ذرہ محیط  
در سحابِ نیستی تاباں ست برقِ مستیش  
امتدادِ نقطہ اش نقشِ جہاں نقشِ لبست  
ہم و جوب، ہم قدم، ہم وصفِ امکانِ حد  
تا بشیخِ راتِ مازِ عکسِ شرافاتِ اوست  
صورتِ اعیانِ عالمِ مظہر و مرآتِ اوست  
در صفاتِ ذاتِ ایں، پیدا و پنهانِ ذاتِ اوست  
ظلمتِ آبادِ عدمِ روشنِ زایا صفاتِ اوست  
دفترِ آفاق و نقشِ نسخہ آیاتِ اوست  
در نگاہِ دیدہ بینا ہمہ آلاتِ اوست  
ملکِ بے چونی و چوں معمور از ہست لے نیاز

د مکان و لامکان تعمیرِ عمراناتِ اوست

(۲۴)

دل دسگیرِ حلقہ زلفِ دو تلے دوست  
غارِ تگرِ قرارِ دل و رہزنِ شکیب  
شور و فغان و تالہ و سوز و گداز و آہ  
از نسخہ طبیب نہ باشد شفا لے من  
در رشتہ مرادِ من افتادہ صد گرہ  
نا آشنائے عالم و بیگانہ جہاں ست  
سازد بہ زیرِ سایہ خود شاہِ دو جہاں  
چوں بر نیازِ جریم و فلے تو ثابت ست  
جاں پائے بندِ قیدِ کند ہوائے دوست  
شوخی و ناز و غمزہ و طرزِ وادائے دوست  
دارِ دتیش بہ جان و دلم از برائے دوست  
در دم ہر آں کہ داد، علاجمِ حفا لے دوست  
چشمِ نگہ بہ ناخنِ مشکل کشائے دوست  
اندر جہاں کسے کہ دلش آشنائے دوست  
آں کس کہ زیرِ سایہ بالِ ہمائے دوست



جوڑ و جفا ہر اُنچہ بروشد، سزائے اوست

(۲۵)

حسنِ جہاں ز حسنِ رخ دلربائے اوست  
کہ شاخ و گاہ برگ، و گہے غنچہ، گاہ کل  
ہر چند ذرہ ذرہ نہ مہرست کامیاب  
مَنْ لَقِيَ سَعْدًا وَسَعَاءَ اَرْضٍ وَكَلَامًا  
ایمان عالم از رخ نورانی وے است  
باشد ز رفعِ قیدِ تعینِ ہموں خدا  
آب دروانِ گلشنش از جو بہائے اوست  
بالجملہ ایں ہمہ ہم نشو و نماے اوست  
تا ہم بہ گردش از پے مہر و ہوائے اوست  
بیت المقدسِ دلِ بے شرک، جائے اوست  
کفرِ جہاں ز طرہ زلفِ دوتائے اوست  
آں کس کہ در احاطہ قیدش سوائے اوست

چشمِ دلِ نیاز کہ تاباں ست چوں صدف

از آبِ روشنی در بے بہائے اوست

(۲۶)

کسے کہ سر نہاں ست در علنِ ہمہ اوست  
ہمی صدائے بہ گوشتِ رساند بادِ صبا  
ز مصحفِ رخِ خوباں ہمی نمود قسم  
ز سرِ عشقِ چو واقفِ شوی یقین دانی  
نظر بہ عیبِ مکن در طیورِ باغ وجود  
شنیدہ ام بہ صنمِ خانہ از زبانِ صنم  
ز سازِ مطربِ پُر سوز ایں رسید بہ گوش  
عروسِ خلوت و ہم شمعِ انجمن ہمہ اوست  
کہ لالہ و گل و نسریں و نسترن ہمہ اوست  
کہ خط و خال و رخ و زلفِ پر شکن ہمہ اوست  
کہ قیس و لیلی و شیریں و کوہن ہمہ اوست  
کہ طوطیانِ چین ز باغ و ہم ز غن ہمہ اوست  
صنم پرست و صنم ہم صنم شکن ہمہ اوست  
کہ چوب و تارِ صدائے تننِ تنن ہمہ اوست

۱۔ حضرت نیاز نے یہ غزل ایک مرتبہ اپنے شاگرد مصحفی کو بھی لکھ کر بھیجی تھی۔ مصحفی نے ریاض العفصا،  
صفحہ ۲۳۹ میں حضرت نیاز کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ انھوں نے حضرت نیاز سے دتی کے زمانہ قیام میں  
”میزان“ پڑھی تھی۔



شہید من ہمہ صدق است و دید من ہمہ حق ۴۳ کہ گوش من ہمہ ادہست و چشم من ہمہ اوست  
 چنان ز خویش بروں رفتم و دروں گشتم  
 اگر تو دفتر اسلام و کفر پارہ کنی  
 یقین شود بہ تو کین شیخ و برہمن ہمہ اوست  
 اگر ز قید تعین بروں شوی چو نیاز  
 نظر کنی کہ دریں زیر پیرہن ہمہ اوست  
 نیاز نیست کہ می گوید این کلام این دم  
 قسم بہ حق کہ دین وقت در سخن ہمہ اوست

(۲۷)

اے دیدہ چہ اندر نظرت آمد و رفت  
 کز دیدن او یک اثر آمد و رفت  
 دامن کہ خیالت بد ازاں شغلہ حسن  
 چوں برق درخشاں بہ سرت آمد و رفت  
 لے دل ز سرت رفت سیر حسن مجاز  
 صد شکر کہ این درد سرت آمد و رفت  
 لے جان جہاں، جان من زار و نزار  
 بر لب شد و بہر نظرت آمد و رفت  
 این مُردہ تنم بہر قدم بوسے تو  
 گروی شد و در رہ گذرت آمد و رفت  
 صد حیف نہ دید است کہے رُوئے مُراد  
 مشتاق تو چنداں بہ دُرت آمد و رفت  
 از آمدنت در بریا نیست یقینے  
 صد بار بہ گوشم خبرت آمد و رفت

لے بادِ صبا عرض کنش حالِ نیاز

باشد بہ خیالش اگر ت آمد و رفت

(۲۸)

اے دیدہ نہ دیدم چہ برت آمد و رفت  
 منظور تو اندر نظرت آمد و رفت  
 از گردِ ہمیش سرمہ نہ کردی در چشم  
 حیف است چہ کل البصرت آمد و رفت  
 چوں ابریا هست تننت بر تو حجاب  
 آں بدر منیرت بہ دُرت آمد و رفت  
 لے فکر نہ اسی نازک و بار یک خیال  
 ورنہ بہ سرت مگر ت آمد و رفت  
 لے دل مگر نیست شناسائی یار  
 کاندر بر تو سیم برت آمد و رفت



دائم کہ نیازم بہ کشد سُوئے تو یار  
در کوچہ من ماند اگر ت آمد و رفت

(۲۹)

از عتاب تو بہ جانم چہ بلا آمد و رفت  
بر لبم شور و فغاں وہ دلم شورش عشق  
بالقیس کردستم پیشہ ترا، مہر رقیب  
جز وفائے تو دلم ہیچ نہ کردست گناہ  
لنگ شد پایے خیالم بہ شماراہ نہ یافت  
عرض کن قصہ حالِ دلِ مفتونِ نیاز  
پیش او گر بہ درت باد صبا آمد و رفت

(۳۰)

آلار بودن گوئے خدائی آساں نیست  
بہ کوئے یار ز پارفتنت نیابی راہ  
مجرد از من و تو شو، گذر ز بند دوی  
نخست ترک ہوا گیر و در نہ لے دل گام  
بیا بہ صیقلِ توحید، ز نگِ دل بہ زدائے  
و صنو بہ خون جگر کن، بہ حکم مفتی عشق  
ہی ز خویش چوں نے شو، ز پائے تار خود  
بروں بیار تو خود را، ز در میان شمار  
ہزارگونہ بدی مُدرج بہ نیکی نفس  
بہ خاک نیستی اول بیا و سبت بہ شو  
بدون مرگ ازیں کورہائی آساں نیست  
اگر نہ سرنہ ہی پارسائی آساں نیست  
کہ حق رسیدن ما و شمائی آساں نیست  
قدم نہادین تو در گدائی آساں نیست  
بہ تار آئینہ چہرہ ثنائی آساں نیست  
کہ از جنابتِ حدیث صفائی آساں نیست  
و گر نہ بوس لبِ لعلِ ثنائی آساں نیست  
بہ ہیچ نوع دگر خود ثنائی آساں نیست  
ز کید و مکر و فریبش رہائی آساں نیست  
کہ سر بلندی و رفیع لوائی آساں نیست



صفاتِ سمع و بصر، علم را زیاد به گیر  
و گرنه ای دل نادان سه پائی آسان نیست  
به کش نیاز کنون بارِ هستی خود را  
جز این وسیله به گنجت سائی آسان نیست

(۳۱)

آں که بر در گهش نیاز من ست  
از ازل تا ابد به حسن قدیم  
آں که غارت نمود کشورِ دل  
زینہ معنی است صورتِ من  
گر انا بحق زخم، بعبید میداں  
ز ابد کن و صو، به خونِ سبک  
در میانِ جهانِ کهنه و نو  
از صفاتِ من ست فقر و غنا  
هم چوں نئے شو، تہی ز سرتاپا  
آسمانِ بلند و پستِ زمین  
سمع روشن شده به نورِ دلم  
حسن خود عاشقِ ست و خود معشوق  
پرورِ نازِ خود نیاز من ست

(۳۲)

دیدہ بازی نہ ہمیں دیدہ حیرانم سوخت  
گرم نظارہ چنانم کہ دل و جانم سوخت  
جلوہ کردند بتاں، در حرمِ کعبہ دل  
چشمِ جاد و نگہاں، مصحفِ ایانم سوخت  
شررِ آتشِ دل بود، نہ اشکِ رنگین  
کاستین من و ہم گوشہ دانا نم سوخت



وائے ناکامی من از لب لعلت تاکه ؟  
 آه دود من جاں سوز به رفته نه رسيد  
 غم پر سوزی دل بود هنوزم در پیش  
 آتش محرقه عشق تو، ایچم نه گذاشت  
 استخوان سوزی مارا بسببه پیدانست  
 خواستم گرمی حسن تو به تحریر آرم  
 گرم جوشی به خموسی مکن اے شاه نیاز  
 سر به زانو شدنت، جان غزل خوانم سوخت

(۳۳)

مهر رویت نه ہمیں دیدہ حیرانم سوخت  
 شمع ساں بر سر بزم مت همه غم می سوز  
 نیست انصاف که بزم تو بر افروز د شمع  
 دل مجموع من از غنچه لب بند خوش است  
 من که پروانه منط سوزی و سازے دارم  
 لاله زارم جگر رشک بهار آرم ست  
 دفتر دعوی تقدیس ملائک یک سر  
 گذر قافله هایک نفس آسوده نه ساخت  
 فلک افلاک به سیلاب سر شکم در چرخ  
 بلبلم در قفس و دور ز گلشن به بهار  
 کاروانم همه بگذشت، من و تنهایی  
 داغ برق سرت قرار دل بے تاب نیاز

حسرت تری از چشمه حیوانم سوخت  
 آتش عشق چرا، همچون سپند انم سوخت  
 که دگر جلوه نازت سر و سامانم سوخت  
 هم سر در دم و هم خواهش رمانم سوخت  
 بان پے شیر دل اس حمله نیستانم سوخت  
 همه تن شعله منط خامه حسام سوخت



# جان بازاں گہرِ چشمِ در افتانم سوخت

(۳۴)

کافر عشق ز رسم و رہِ ایماں برگشت  
بسکہ از چشمِ یہ مست کسے سرمستم  
می تو اں از دو جہاں، از دل و جاں برگشتن  
دوش از جلوہ ناز تو بہ صحن گلشن  
نظر اہل نظر منج کشف ست و شہود  
قید مذہب سبب سلفت تجرّد تا دید  
ہر کہ سودائے محبت بہ سیر زلفت تو کرد

محو نظارہ جاناں ز دل و جاں برگشت  
دلہ از ذوقِ مئے ساغرِ دوراں برگشت  
مگر از عہدِ وفائے کہ نتواں برگشت  
بلبل از نالہ دردِ گلِ خنداں برگشت  
صوفی صافیم، از حجت و برہاں برگشت  
دل بے قید ز تہر گبر و مسلمان برگشت  
نقدِ جمعیتِ دل داد و پریشاں برگشت

نگہِ لطف تو گر سوئے نیاز آمد نیست  
روزے از رنج و غم و غصہ تو اں جاں برگشت

## دلہ "د"

(۳۵)

آنچہ با بادہ کشاں ساغرِ صہبامی کرد  
متنِ حسنت کہ قضا و قدر انشامی کرد  
جوشِ عشقت بہ سرمِ مستی صہبامی داد  
دیدہ می ساخت بہ ہر جائے خیالِ حالت  
چشمِ بزگس بہ چمنِ راہ کہ می دید خدا  
سحر از آمدنت غنچہ داد کہ گل  
صانع جزو و کل ایں جوہرِ فردینت

دو چشم تو بہ مخمورِ دل مامی کرد  
کاش با حاشیہ مہرِ محشامی کرد  
دلِ صد آبلہ ام، جلوہ بینامی کرد  
خالِ نادیدہ مقامش بہ سویدامی کرد  
گوشِ گل آمد نہائے کہ صغامی کرد  
نظرِ لطف سوئے بلبلِ شیدامی کرد  
کاش می ساخت و بخش و سخن وامی کرد



دست بیداد تو می کشت جہاں را یکسر  
 باز پامالی ہر کشتہ کھن پامی کرد  
 چرخ با این ہمہ بے ہری و بیداد گری  
 بر سر کشتہ جور تو چہ ہیما می کرد  
 شد بہ فرماں کسے جان و دل و ایمانم  
 کہ مدام از سر لطافت تقاضا می کرد  
 گر شود جلوہ گراندر نظرش یا ر نیاز  
 یوسف مصر کنند، انچہ زلیخا می کرد

(۳۶)

دل من انچہ ز اغیار متنا می کرد  
 مشب در آئینہ خود صاف تماشا می کرد  
 اندرون حرم و دیر و کلیسا و کشت  
 ہر کہ می صحبت ترا، ولے چہ بیجا می کرد  
 شیشہ بود دلم، یا کہ طلسم حیرت ؟  
 کہ بہ تمثال پری جلوہ گری ہا می کرد  
 عین دریا ست حبابم، بہ نگاہ تحقیق  
 ورنہ این قطرہ چرا شورش دریا می کرد  
 کمی قدم و افزونی جاہش باہم  
 ہر یکے حکمت تکریر مثنیٰ می کرد  
 حاصل غیرت من بود، پریشانی دل  
 ناخن نشانہ زلفت، چو گرہ وامی کرد  
 دل من ہجوں سپنداں بر سر آتش عشق  
 در برم آبلہ بود پیر از خونناہے  
 لب منے گون تو می ساخت مرا مست است  
 قوت شاہ نجف ہیں، کہ بہ یک نیم نگاہ  
 در حضور نظرش لب بہ دعا وامی کرد  
 محتسب بے سبب این شورش و غوغا می کرد  
 لب منے گون تو می ساخت مرا مست است  
 قوت شاہ نجف ہیں، کہ بہ یک نیم نگاہ  
 می کند انچہ بعد فکر مسیحا می کرد  
 ساعز چشم تو سر مستی صہبامی کرد

اے نیازا میں ہمہ اعجاز کسے می گویم  
 کہ حقش یاد بہ مؤمل و طہ می کرد

۱۔ سورہ مزمل و سورہ ظہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرمؐ کو "مزمل و طہ کے القاب سے

خطاب کیا ہے۔ مرتب



اے کاش کہ ز تلخی ہجرم رہا کنند  
 از پروری و نوازش بعید نیست  
 آناں کہ زیر سایہ مہرت مقام شایست  
 شوریدگانِ حسن و جمالِ جلالِ یار  
 دیوانگاں و باد یہ پیائے عشق او  
 آں چشم التفات کہ بر حالِ یگراں است  
 برگشتگانِ چشم و اسیرانِ دایم زلف  
 مارا "بر و پرو" دگراں را "بیابیا"  
 در رشتہ مرا و من، افتاد صد گره  
 وز شربت وصال بہ دردم دوا کنند  
 شاہاں اگر نگاہ بہ سوئے گدا کنند  
 درد دل چرا تخمیل بالِ ہما کنند ؟  
 تسکینِ دل بہ ملک دوعالم کجا کنند ؟  
 ہفت آسماں بہ چشم زدن زیر پا کنند  
 آیا بود کہ عشرِ عشریش بہ ما کنند  
 غورے برا و ستاد نگاہِ حیا کنند  
 بر ما جفا و جور، بر آہنا وفا کنند  
 باناخنِ مژہ مگرایں عقدہ وا کنند  
 جاناں بہ سوئے اہل نیازت گذار کن  
 تاجان و دل نثار فدائے دعا کنند

بسنت آمدہ، گلرستہ بہار آورد  
 ترانہ ہائے طرب، نغمہ ہائے جاں فزا  
 فرودستی و جوش و خروشِ مستان را  
 جفاکشانِ خزاں را خوشی مبارک باد  
 شگفت غنچہ دل از ہوائے فصلِ بہار  
 رسید بادِ صبا سوئے بلبلِ مضطر  
 نشاطِ خرمی آمادہ در کنار آورد  
 رباب و عود و دف و چنگ را بکار آورد  
 ہولائے نشہ با شیخان ہوشیار آورد  
 بہار آمد و گلہا بہ شاخسار آورد  
 بہالِ خاطرِ یخ بستہ، برگ و بار آورد  
 قدومِ موسمِ گل گفت و در قرار آورد  
 حضورِ خسر و ہندوستان نظام الدین  
 نیاز جان و دلِ خویش را نثار آورد



(۳۹)

وای بر غلطیہ درخون کہ قاتل بگذرد  
 شستہ ام دستان خود از زندگی در بیدی  
 جز دم شمشیر و نوک تیر، آں خون خوار کسیت؟  
 نو بتم در نا توانی، تا به این حد سر کشید  
 همچو طوفان سست پیدا، از سر شک اشک من  
 عاشقان را غم عجب می نس بدست افتاده است  
 داشتیم دل یادگار یار، آں ہم باز برد  
 در غم جانان بیا، بمانشیں، ای عزیز

اہل دل گویند مارا "آفریں باد" ای نیاز

ایں نیازم گر نیاز ا و مقابل بگذرد

(۴۰)

گر بنجے آں ماہ تابانے بہ محفل بگذرد  
 آں کہ او دل در دا از دے حالت دل میر  
 عاشقان را سچے جانان عشق رہیں بلست  
 آرزویم جز تماثلے جمال یار نیست

خیر بت بر شمع، و ہر پروانہ مشکل بگذرد  
 در دے دل را کسے داند، کہ وہ دل بگذرد  
 عاشق از صادق بود منزل بہ منزل بگذرد  
 نیست مکان ایں کہ در دل ہم باطل بگذرد

فکر بہبودی عبت در خاطر ت داری نیاز  
 کے تو اند بہر شدن، زخمی کہ از دل بگذرد

(۴۱)

صورت تم پست است لیکن معنی دارم بلند  
 راہ حق سر کردن آں سان نیست جز رفتن ز سر

باطنم آزاد مطلق، ظاہر ہم در قید و بند  
 اندرین بایدے دل ہمت مشکل پسند



چشم دل بکشاؤنگر بے حجاب اے ہوشمند  
 برتر از چند ست چوں، ہم جلوہ گرد و چون چند  
 ہم خود او خلد است رضا، ہم خود او نار و گزند  
 ہم خود او ملا و دعا عطا، گر محوش و عطا و نید  
 ہم خود او معبود و عابد، در نگاہ ہوشمند  
 ہم خود اندر آتش عشق ست سوزاں چوں سپند  
 ہم خود آبدار از سر انکار بر خود ریشخند  
 خود نقاب دشت و بر کوئے خود، خود را فکند  
 طالب حق را نشان دادم، از راہ حق پسند

نہست جز ہستی حق، پیدا و نہیاں در وجود  
 باطن و ظاہر خود او ہست، اول و آخر خود او  
 ہم خود او شیخ و برہمن، ہم خود او دیر و حرم  
 ہم خود او مست مے و میخانہ، ہم ساقی خود  
 ہم خود او معشوق و عاشق، ہم خود او حسن و عشق  
 ہم خود او اندر تاشائے جمال خود بہ وجد  
 ہم خود او مستغرق در یائے بے رنگی خویش  
 ہم از خود محبوب گشت و خود از خود نہاں شد  
 خویش احق داں، و حق بیں، تاشوی حق عاقبت

نکتہ تحقیق بشنو از نیاز بے نیاز

کیں ہم نقش و عالم نیست الا نقش بند

(۴۲)

مشکلے چند مرا کردہ امی آسائے چند  
 خوار و ویراں شدہ، در عہد تو زندانے چند  
 تاج بختان جہانند، گدا یا نے چند  
 آں ہمہ کان در ایں قطرہ بارانے چند  
 حبیب قلم شدہ، پر گوہر غلطانے چند  
 لالہ زارے عجیہ رشک گلستانے چند

دارم اے عشق ز تو منت حسائے چند  
 ہر کہ دل بند تو شد، گشت زیر بند آزاد  
 بہ گدائی درت، شاہی عالم چہ گنم؟  
 چشم در ریز، مدا مم بہ کجا، ابر کجا؟  
 فیض در یاد دئی دیدہ در بار من مست  
 اثر حضرت عشق است کہ دارم درد دل

غزلے شستہ و ہم رفتہ و گم کوئے نیاز

کہ بہ خوانند و ستانید غزل خوانے چند



نہیست تنہا بہ غمت نالہ وا فغانے چند  
 می بر آید شررے از بون ہر موئے تم  
 اشک ز نگینم از اں جائے بہ چشم دارد  
 نا توانی بہ نظر غیر تو ناید در چشم  
 غمزہ و طرز ادا عشوہ ناز و شوخی  
 نیست ز گس بہ مزارم کہ ز روئے حسرت  
 غزلے تازہ دگر گو بہ ہمیں طرز نیاز  
 کہ بہ شنوند و بر قصیدہ سخن دانے چند

نہیست در کوئے تو تنہا سیر قربانے چند  
 استخوانم شدہ از سوزِ دروں خاکستر  
 اثر الفت زلف ست، پریشانی دل  
 نہیست آئینہ بہ رویت متحیر تنہا  
 فیض محبوب الہی گشت کہ در خطہ ہند  
 نہ زیاں ست کہ جانم بہ نیازش برود  
 می دہد در تن من ہر انگہش جانے چند

## دلیف "ر"

ستم گرا سیر نعشم گذر، دریغ مدار  
 نیاز کشتہ خود یک نظر دریغ مدار



فسانہ ایست مطول تطاول زلفت  
گرفت عاشق عشقت ز فرق تا بہ قدم  
اگرچہ لطف جوابم اُمید نیست زیار  
اگرچہ صید زبونم، و لیکن اے صیاد  
نہ بود بے خبر از خوشن من مرا خبرت  
بہ ظلمت شب زلفت، غیب افتادہ  
بہارِ داغِ دلم، رشک گلشنِ ارمست  
ہنوز قابلِ پیوند چاکِ حبیب نیست  
شکیب و تاب و توانِ ہمو دلم رفت

سماع مختصرے زان سمر در یغ مدار  
ز آبِ پاشیت اے چشمِ تر در یغ مدار  
بلاغِ نامہ ام اے نامہ بردریغ مدار  
گرفتہم پیئے صید و گردریغ مدار  
خبر ز حالِ من بے خبر در یغ مدار  
ز جلوہ رُخِ رشکِ قمر در یغ مدار  
بری رُخا سیر با غم گذر در یغ مدار  
زدستِ کاری خود بخیہ گردریغ مدار  
تو نیز بے دل و جانم سفر در یغ مدار

نیاز داری اگر آرزوئے دولت فقر  
ز صرفِ ما حضرت تا بہ سردریغ مدار

(۴۶)

دار و دل دیوانہ ام، سودائے لیلائے دگر  
در ہر نظر بنماید، طریزِ دگر حسنِ بتم  
چوں من زیرِ تاپائے خود، کھترِ تمنائیں شدم  
نارفتہ رہ یک قدم، طے مراحلِ کردہ ام  
در ہر شکست و دختنِ مستحکم شد حاصلم

مجنوں ز طبع و چشمِ خود، بگزید صحرائے دگر  
ہر لحظہ بنیم جلوہ، ہر دم تماشا ئے دگر  
ہیچ نہ ماندہ تا زخمِ حرفِ تمنائے دگر  
نادادہ جائے خود ز دستِ آسودہ ام جائے دگر  
در ہر برافتادنِ زیبا، دریا فتم جائے دگر

در حالتِ نزعِ نیاز اے یارِ جاں بخشم بیا  
بہتر نہ باشد زین علاج، این دم مداوائے دگر

(۴۷)

می کند با من دلم ہر لحظہ اظہائے دگر  
از درونم می زند سر ہر دم اسرارے دگر



بلبل دستاں سر لے جانِ ما، در بہر نوا  
 می نماید ہر زمانم محرم اسرارِ غیب  
 حسن دیگر می شود، در ہر نگاہم جلوہ گر  
 کے شود قانع بہ مہر ماہ رویاں جہاں؟  
 "عزبت آرنی" می سرید موی ہر موئے من  
 چشم عالم ہیں چہ تاب آرد بہ خوردِ رخس  
 عشق بازانِ حقیقت راست از سر تا قدم  
 علم رسمی در کنار انداز، و گیر از دل سبق  
 ہستم از صبح ازل درستی جوش و خروش

اے نیاز از جوشِ مستی یک دے فارغ نیم  
 نیست جز ہا ہوئے شورم تا ابد کارے دگر

## ردیف "ش"

(۴۸)

ہر چہ از سحر و فسون اندر جہاں می بینمش  
 نیست پر وائے دلم را غیر پر وائے بتاں  
 جنت الماویٰ دل کوئے بتاں دانستہ ام  
 در ازل شغلِ دلم عشقِ بتاں می بودہ است

طالبِ برخیز، و رو، چوں سایہ، ہمراہِ نیاز

زناں کہ در راہِ حقیقت خوش رواں می بینمش

جادوئے چشمانِ فتانِ بتاں می بینمش  
 فالغ از سود و زیانِ دو جہاں می بینمش  
 زان جہتِ مستغنی از حورِ جہاں می بینمش  
 زین سبب روز و شب اندر کاراں می بینمش



(۴۹)

ونچہ او شام ست، از روئے بتاں می بینمش  
 غمزہ چشمان جادوئے بتاں می بینمش  
 درتہ خاک رہ کوئے بتاں می بینمش  
 دل ہنوز اندر پئے جوئے بتاں می بینمش  
 رور و شب رشتہ را جوئے بتاں می بینمش  
 پر دماغ ار پوئے گیسوئے بتاں می بینمش  
 سر ہارہ سوئے ابروئے بتاں می بینمش  
 زان کہ وجہ اللہ خود جوئے بتاں می بینمش  
 انچہ می خوانیش حق سوئے بتاں می بینمش

زاں کہ او صبح ست، از روئے بتاں می بینمش  
 ہر چہ اند سحر و فنوں آید پدید، اندر جہاں  
 دل بہ امیدے کہ گلے دست بردا من زندہ  
 جاں بہ قالب تنگ گشت، و تا با ہم آید  
 آگہی کے باتریش، از نور و غوغائے جہاں؟  
 چوں نہ باتریش ماعلم ہے دماغ از روئے گل  
 نیت سجدہ بسوئے کھینچوں اکرم بہ دل؟  
 دیر را دائم حرم، و پائے بیت سر آورم  
 بت پرستی کے گز لرم، تا صفا منعم کن

زاہد نام صنم گیر از ادب پیش نیاز  
 چوں کہ از قوم دعا گوئے بتاں می بینمش

(۵۰)

ہم ز عالم برتر و ہم عین آں می بینمش  
 باز در اسم و صفت نام و نشان می بینمش  
 بواجوب ہستم کہ ہم در ہر مکاں می بینمش  
 گرد گرد این و آن، خود این و آن می بینمش  
 گاہ مست اندر سر پیر معاں می بینمش  
 در لباس گل رھاں خوش و جواں می بینمش  
 شکل زار عاشقاں، بس نا توں می بینمش  
 لیک من اورا جو یک دائم ہاں می بینمش

آنکہ بد میر ہاں، نور عیاں می بینمش  
 در مقام ذات خود، نام و نشان چیزے نہا  
 رتبہ اش عالی ست از بودن ریں کون مکان  
 در تماشائے جہاں چوں دل نہاد از خلوتش  
 گاہ صفا ہوش عاقل و اعظو عالم شود  
 گاہ باناز و ادائش، شوخ و شنگ دل ربا  
 گاہ سہل، نیم جاں، مجروح شمشیر بتاں  
 گرچہ پوشد کسوت بسیار در رنگ ہزار



دل که بود اندر تنم، پیر از نیاز از درد و غم  
گم شد اندر عشق بے نام و نشان می بینمش

(۵۱)

مست گشتم از دو چشم ساقی پیمانہ پوش  
یار باین چشم مست، یا جادو مست، کز کیفیتش  
شد تنم هم رنگ با جان، جان تن هم رنگ شد  
گفتمش لے جان من هم جان هم تن خود توئی  
نیست اندر اختیارم، ضبط حالت چوں کنم؟  
دی بدم من شیخ دیں، و سجد خواں مسجد نشین  
زهد و تقوی در فکندم، زیر پایے آن صتم  
زاهد السخو خدارا، ایچہ می گویم ترا  
خدمت پیرمغاں بر خود گرفتہ فرض عین  
بر در میخانہ بنشستم به صد عجز و نیاز

عالمی پُر شورش است از غفل و شورت نیاز  
یک دے لے یار من از ہائے ہو بس کن خموش

## دلالت "ق"

(۵۲)

پَر تو مہر قدیم است این میر تابان عشق  
دود آہ سکرشی، از سینہ سوزان من  
عاشقان در بینوائی، خسریہا می کنند  
جلوہ نور کلیم است آتش سوزان عشق  
مَدِّ بسم اللہ باشد، بر سر دیوان عشق  
شاہی کونین دارد بے سرو سامان عشق



شمع و پروانه بهم دارند ربط عاشقی  
 در حریم وصل جانان، در نهادم چون قدم  
 صبر دل، هوش سرم، چون طاقت همان داشت  
 دانه آزادی نه تقیدات و همی بے کماں  
 کافر عشقم مبرس از دین من لایم نشین  
 فارغ از رسم و ره گبر و مسلمان ساخته  
 کشته استمیر عشق از مرگ باشد در آماں  
 لیس فی مشوق الحقیقة من متاع غیر حق  
 لطف سر عشق بازی از سر بے سر مبرس  
 در نگاه مونس کاف دیده اهل نظر

چشم ادراک خرد را بهره نبود نیاز  
 از تماشائے که بیند دیده حیران عشق

(۵۳)

باز بر تخت دلم شد جلوه گر سلطان عشق  
 بعد و همه سر کند در یک قدم برداشتن  
 جوشش در یائے عشق ست این جهان و آن جهان  
 یک نمود این کثرت و همه بیک و گردنم  
 گرچه یک سان عشق آسان کند صد مشکلم  
 آب حیوان مرگ باشد در مذاق عاشقا  
 زاهد تا بین اگر بینائی را دارد و هوس  
 ملت و آئین عشق از جمله ملتها نکوست  
 سوخت رخت مستقیم از آتش سوزان عشق  
 طرفه طفره دارد این جولانی یک ان عشق  
 گنبد گردون حبلے باشد از عثمان عشق  
 بوالعجب ماندم ز کار خنجر بران عشق  
 نیک مشکل تر ز صد مشکل بود آسان عشق  
 زنده جاوید هستند این کسان از جهان عشق  
 هان بکش در دیده کحل خالک صفا هان عشق  
 زین جهت اهی زدم بر جاده یاران عشق

نیک تجدیدیم سوز هر دو در میزان عشق  
 مستقیم و اگر دیروز از درش دربان عشق  
 خود به رفت و خانه را بگذشت با همان عشق  
 هر که دارد پایے در زنجیر زندان عشق  
 عشق اسلام ست و دین، در ملک کفرستان عشق  
 مرخصم در حیا بر لطف و بر احسان عشق  
 زنده جاوید باشد مرد و بے جان عشق  
 لیس من دون الفنا جنس علی ادکان عشق  
 کاندیس میدان سرش، گوئی ست از چون عشق  
 در پس هر پرده دارد جلوه جانان عشق



چوں زلیخا من اسیر یوسف مصری نیم  
در نظر دارم ہزاراں یوسف کنگانِ عشق  
نئے بہ وصل آرامِ جاں نے در فراقِ کسوی  
از کہ جویم چارہ این دروے در مانِ عشق  
اے نیاز از گفتگوئے این آں بس کن خموش  
موشد اندر تماشائے رُخ جانانِ عشق

## ردیف "ل"

(۵۳)

جلوہ گاہِ ذات ہیں در نظرِ یوانِ دل  
عرشِ سلطانِ جو بایں کرسیِ امکانِ دل  
گنبدِ گردونِ عالم از حبابے بیش نیست  
کو نمودار آئندہ از بحرِ بے پایاںِ دل  
دید چوں میدانِ دل برہانِ ستمِ نقصِ یافت  
نتیجِ عکسِ قیاسِ ستِ حجتِ برہانِ دل  
چوں زلیخا کئے متوم من مبتلائے یوسفی؟  
صد ہزاراں یوسفِ مصری ستِ کنگانِ دل  
در جنابِ ل بہ صدقِ جاں ہی آرامِ امید  
تا ابد باشد ہمیں ساں ستِ منِ امانِ دل  
از بیانِ این آں خاموش منشیں اے نیاز  
باش مستغرق بہ دیدارِ رُخ جانانِ دل

## ردیف "م"

(۵۴)

در راہِ حق اندیشی می پریم و می رقصم  
دست از خودی و خویشی می مٹویم و می رقصم  
جامے زمئے باقی، از دستِ خوشِ ساتی  
با کثرتِ مشتاقی می جویم و می رقصم  
از جامہٗ جسمانی، زراں یوسفِ لاثانی  
بوئے خوشِ روحانی می جویم و می رقصم  
گہ گرییم و گہ بخندیم، گہ دست زخم، گہ پا  
از مستی و جوشِ اندر باہویم و می رقصم



در شوقِ جمالِ او، یکدل شد و یک رو  
 در راه شد و آمد، مانند دم بے عد  
 "لا وَاَحَدٌ اِلَّا هُوَ" می گویم و می رقصم  
 هم سبز و منطبع می رویم و می رقصم  
 چون رفت نیاز از خود، از کون و مکان بر شد  
 ز دلفری که من بخود، خود آویم و می رقصم

(۵۴)

دَمِ نَظَّارَه رُوئے تو لے یارِ آرزو دارم  
 خیالِ زلفِ آن بُت رستم از کفر و دین شکست  
 بروں آ، از سر پرده، که بسیار آرزو دارم  
 نه من تسبیح میخوانم، نه زنا را آرزو دارم  
 که من سرکشی چون خطا پر کار آرزو دارم  
 به انصاف از نظر سازی به شور آرزو دارم  
 به هر گونه به بسیار تو یک بار آرزو دارم  
 به این جنس گرانمایه، خریدار آرزو دارم  
 و لم دانا، دیرے، میرزای، کوه نمکینے ست

نیاز این شیوه را بدتر ز مرگِ خویش می دانم  
 که در دیارِ دریاں ز اغیار آرزو دارم

(۵۵)

نه انکارم ز اغیارست نه یار آرزو دارم  
 چو بر مرگ نشستم، یافتم جا و مقام خود  
 خداوند ادل بے شغل و بے کار آرزو دارم  
 دلاگردش چرا، بر شکل پر کار آرزو دارم  
 کشتود کار آسانے ز دشوار آرزو دارم  
 شدم کافر اگر تسبیح و زنا را آرزو دارم  
 که این مقصود خود را بر سر دار آرزو دارم  
 اگر انصاف فرمائی، چه بسیار آرزو دارم  
 ز فیضِ عام تو لے مرگ نهان آرزو دارم  
 شبِ بختِ سیرا، صبح از مهر تو میخوانم  
 ز قیدِ کفر و دین عشقم، اگر آزادی بخت  
 مقامِ بختِ دل میخوانم از چشمِ سیر مژگان  
 نگاه اندک مهرے به فرما بر دل زارم  
 به دورِ زندگی، یک لحظه، آسائش نمی بینم



نیاز از رتبه عقل و خرد ہرگز میرس از من  
کہ ہر دم مستی از چشم سرشار آرزو دارم

(۵۸)

ما جان خود بہ دل بر جانانہ دادہ ایم  
در بوس ما بہ پات نہ وہم تلوث ست  
از ما گرہ گشا دل مو بہ موئے یار  
حرمان ما بہ دور تو ساقی برائے چلیست ؟  
تا چند خستگی و غریبی و بے کسی ست ؟  
زا ہد طمع مدار ز ما، پلے بوس خویش  
آتش ز روتے شمع بہ پروانہ دادہ ایم  
جاناں بحق کہ بوسہ پا کانہ دادہ ایم  
سو گند زلف او بہ تولے شانہ دادہ ایم  
در قیمت مئے تو دل آ یا نہ دادہ ایم ؟  
دست طلب بہ دست کریا نہ دادہ ایم ؟  
بوس نیاز بر لب پیمسانہ دادہ ایم

احرام بستنم بہ حرم کے سزد نیاز  
ایمان و دل بہ کافر بتخانہ دادہ ایم

(۵۹)

ہوئے سیر کل دیدن نہ دارم  
ز داغستان دل باغ و بہارم  
ز بوئے زلف بے آہوئے جاناں  
خدا را بر سر بالینم آ، یار  
چہ دیدن نرگس از عالم پس از مرگ  
ز خود رفتہ، چو پُر سیدی ز عالم  
اگر در کاہشم، قدرت فزوں ست  
شبے رونے نہ شد جز خواب بختم  
مکن تکلیف دام و دانہ صیاد !  
چو بلبل ذوق نالیدن نہ دارم  
دگر پروائے گل چیدن نہ دارم  
دماغ مشک بوئیدن نہ دارم  
کہ من یارائے جنیدن نہ دارم  
بہ خود جز حسرت دیدن نہ دارم  
خبر از لطف پر سیدن نہ دارم  
نہ جانت ہیچ کاہیدن نہ دارم  
کہ ہم در خواب خوابیدن نہ دارم  
پرو بازوئے پرتیدن نہ دارم



بہارم بے بہارے و خزاں ست ز گل چیں خوف گل چیدن نہ دارم

نیاز اندر سخن سنجی منم ہیچ

ولیکن عیب دزدیدن نہ دارم

(۶۰)

ز روئے حسرت دیدن نہ دارم ز باغ باغ گل چیدن نہ دارم  
بہارِ سینہ ام رشک چمن ہاست بہ داغستاں چہا دیدن نہ دارم  
خروش و جوش نالیدن مرا نیست دماغے را خراشیدن نہ دارم  
منم پروانہ و ہم شمع و ہم سوز بہ گرد غیر گر دیدن نہ دارم  
نگہ آسا روم براونج افلاک ز بجائے خویش جنبیدن نہ دارم  
دلے دارم، بہ رنگ غنچہ لب بند چو گل بیہودہ خندیدن نہ دارم  
بہ گرد خود ہی گردم، چو گردوں بروں از خود خرامیدن نہ دارم  
ز خورشیدم درختاں جملہ ذرات بہ خود خرف درخشیدن نہ دارم  
من آں مہرم، کہ بے رنگی ست تا بم بہ رنگ ذرہ تا بیدن نہ دارم  
محیطِ عالم و مرکز نشینم خطر از دست لغزیدن نہ دارم

نیاز از من میسر اس این دم و گریہ ہیچ

دماغ ہیچ پر سیدن نہ دارم

(۶۱)

الایا ایہا الساقی بدہ جام منے تا بم کہ افگند ست ہشتائے، بلا در ہیچ و در تا بم  
نہ دارم آرزوئے علم و فضل و جہاں دہاں ہمین بس بود گرد زانے بخودی یا بم  
مدہ تکلیفِ علمِ رسمیم، اے عالمِ حاتم پریشاں حالیم، رومی دبدا ز درس ابوابم  
مطلق کردہ ام من ز وجہ کونین ازان دم کہ باہرت قبول اتفاق افتادے جانم



نمود این چارہ خاکم، بواکیر آتش عشقت  
 بوقتِ نوجوانی حالِ پیری شد بمن طاری  
 چه نگرانی و حیرانی ست بر چشم به بین یارب  
 چه طوفان خیزانست این جوان از چشمِ خوابم  
 چه طرغ قائم انارم، بیا، بنگر به سیلایم  
 غمِ بھجرانِ جانانم به شیب انداخته شایم  
 نہ می آید خیالِ خوابِ شب ہم در شب خوابم  
 کہ می ترسم ز غرقِ عالم، اندر موجِ سیلایم  
 تو صد گونه جفا و جور بر من می کنی جانان  
 بہ جز عجز و نیازم نیست، دیگر شتوہ و دایم

(۴۲)

جانان بہ غمِ روئے تو، اندرتب و تابم  
 چشمِ تو ز بود دستِ زمین ہوش و حواسم  
 لے ساقی سرشار، بہ بین سوئے من زار  
 گر حالِ دلِ نختہ بہ پُرسی ز سرِ لطف  
 ز نار بہ دو شتم، بہ دہد زلف تو مارا  
 مارا بہ کتابے، دگرے حبیبِ حوالہ  
 سوزاں جگر، آہ کشم، دیدہ پُر آبم  
 بے تابم، بے طاقت، دہم بے خور و خوابم  
 دناشِ غم سوختہ ام، تحفہ کیا بم  
 ناید زباں، حرفِ بھجن، آہ، جوابم  
 روئے تو کند راہِ بری سوئے صوابم  
 دل در بر خود دارم، وایں ست کتابم  
 بر عجز و نیازم نظرے لطف و کرم کن  
 بخود ز خودم ساز و بہ نوشتاں مئے نابم

(۴۳)

ز جادوئے نگاہِ دیدہ آں یار مخورم  
 بگو شمعِ چوں در آمد ماز لب شیرینش آوازے  
 اگر پایم بہ جائے سر، دگر سرِ خلبے پافتد  
 بسوئے کوئے او پویم، جمالِ روئے او جویم  
 گداؤ بینوایم ساز و بر گم خوش نمی آید  
 خرد گم کردہ و دیوانہ و مجنوں و مسخورم  
 شد مہمتِ است و در بلا افغانم و شورم  
 ز مدہوشی و مہستی خود معذور و مجبورم  
 چہ کارم آید ای جانان، دہن از جنت جورم  
 کلابے سرے بر سر است از تاجِ مغفورم



دو نیم کرد تیغ ابرویش، در طرفه العینے  
بمدا شد شیدا گیرم و ما جور و مغفورم

مقامم لے نیاز اندر جہاں ہر کش می داند  
فرید و ہر و شمس و وقت و ہم رنگ منصورم

(۶۴)

بطون حق مبطن دامن، بجان جان نہیام  
فروغ مشعل نور قدم کرد دست تا بانم  
مقدس طینتم، عالی نترادم، این قدر دامن  
ز بہر تشنگان آبے برائے مردگان جانم  
بود محل البصر در دیدہ نظارہ دو عالم  
برائے نہ عرض ذاتم جو اہر خمسہ را جوہر  
بروں آمد ز بحر ذات من، ہمد گوہر من  
خود و منہ روز و شب حیراں بہ شوق دیدم گریا  
نہ کافر گفتیم ماہد، نہ مومن خواندیم شاید  
نہ قید بندد پایم، نہ بند قید بالایم  
نمود جان و تن در من، نہ باشد جز خیال و ظن  
نشان تازہ می کردم، عیاں ارکمن عہم  
نیاز و عجز و بستیابی، اگر یابی دے در من  
جہاں پر غفل و شورست از گفتار شیرین  
یہ میدان حقیقت، تا سیر خود را نہ در بازی

ظہورش آشکارا بین بہ روئے روئے اعلام  
چہ تاب آورد حدوث تیرہ با شمع شبتانم  
کہ بنماید گل وللے فنا آلودہ و امانم  
علاج علت زحمت، شفاے درد مند انم  
غبار و گرد پائے خاک آدم، خیر انسا نم  
کہ خود اصل الاصول استم و رکن حبلہ ارکانم  
ولے آدم در یکتا ست، زان دیارے عتمانم  
بہ گردم چرخ با صد جہاں بلا گردان قربانم  
کسے در بند کفر استم، نہ اندر قید ایمانم  
جز این و آن بود جانم، نہ در انیم، نہ در آنم  
نہ جہاں میدارم و نہ تن، کہ من خود جان جانانم  
نہ می یا بند اہل دم بہ دو آنم، بہ یک شام  
بہ بینی بر سیر ناز و غنا اندر دگر آنم  
کجایابی سخن گو، چوں لب لعل شکر دامنم  
نہ یابی یک سیر مہوراز و سیر گوئے و چوکانم

رہ ناز و نیاز من نہ می یا بند گرامان

نہ می بیند خفاشاں ریح خورشید عرفانم



(۶۵)

در آمد بر سرم ناگه شب آں شمع شبتانم  
 نهاد اندر نهادم آتش حشش چنان آتش  
 خبر از خوشی تن یک لحظه یک ساعت نه می ارم  
 مثال برق بر من برفتاد و از برم بگذشت  
 نه خوابم ماندن راحت، نه تابم ماندن طاقت  
 جنوں در جان من پیدا، قیامت بر سرم بیا  
 چه وحشت داد این سودا من یارب بدین سعت  
 جنونم پرده در شد، پنجه زورش چه گویم من  
 نه می ترسم من لے واعظ، ز بول آتش دوزخ  
 گذار کاروان نخت دل، راه ترے افتاد

نیاز از شور تو عالم شدست افسانه عالم  
 نمودی فاش لے نادان، خلیق، اسرار پنهانم

(۶۶)

مرید بیر مغانم، دگر نه می دانم  
 ہمیں بیر مغان مست پیر و مرشد من  
 به دل چوں زمر مر عشق نایم به دمید  
 شرار حسنی رخ دوست آتش زده است  
 قبول بدیه نماند شاه حسن! یا منہا  
 درون آئینہ خویش تا خدا دیدم  
 ز رانہ دہر چه گویم کہ خود گم یاراں

خراب بادہ آئم دگر نه می دانم  
 بس ست نام و نشانم دگر نه می دانم  
 چوئے به شور و فغانم دگر نه می دانم  
 حریق سوخته جسامم دگر نه می دانم  
 فدایت لے دل و جانم دگر نه می دانم  
 به سوئے خود نگرانم دگر نه می دانم  
 جزا میں کہ پیچ نہ دانم دگر نه می دانم



خدا پرستی من تا خدا میم به رساند  
 شنیده ای اگر از من صدای سجانی  
 کمال فقر شد دست از ظهور فخر الدین  
 به یاد محو شدم، چون حباب در دریا  
 فزون ز حصر، بیانم، و گرنه می دانم  
 تو گفته ای به زبانم و گرنه می دانم  
 قدای او دل و جانم و گرنه می دانم  
 ز چشم خلق نه مانم و گرنه می دانم  
 ز بے نیازی خود می دانم خبر به نیاز  
 که جان جان جهانم و گرنه می دانم

(۶۶)

عاشق بیخبر منم، من نه منم، نه من منم  
 سوز دل و جگر منم، و حشر پرده در کتم  
 دانش بخیه گر منم، من نه منم، نه من منم  
 نفع منم، ضرر منم، من نه منم، نه من منم  
 در همه جلوه گر منم، من نه منم، نه من منم  
 قطره منم گهر منم، من نه منم، نه من منم  
 سمع منم، بصر منم، من نه منم، نه من منم  
 حسمت و جاه و قهر منم، من نه منم، نه من منم  
 روضه منم، شجر منم، من نه منم، نه من منم  
 صاحب هر عصر منم، من نه منم، نه من منم  
 نور منم، شر منم، من نه منم، نه من منم  
 حمید و شیر منم، من نه منم، نه من منم  
 اهل دل و نظر منم، من نه منم، نه من منم  
 عارف با هنر منم، من نه منم، نه من منم  
 دانش بخیه گر منم، من نه منم، نه من منم  
 نفع منم، ضرر منم، من نه منم، نه من منم  
 در همه جلوه گر منم، من نه منم، نه من منم  
 قطره منم گهر منم، من نه منم، نه من منم  
 سمع منم، بصر منم، من نه منم، نه من منم  
 حسمت و جاه و قهر منم، من نه منم، نه من منم  
 روضه منم، شجر منم، من نه منم، نه من منم  
 صاحب هر عصر منم، من نه منم، نه من منم  
 نور منم، شر منم، من نه منم، نه من منم  
 حمید و شیر منم، من نه منم، نه من منم  
 اهل دل و نظر منم، من نه منم، نه من منم  
 راز و نیاز حق منم، سوز و گداز خود منم  
 کرده قدم نه سر منم، من نه منم، نه من منم



من نه منم، نه من منم، من نه منم، نه من منم  
 متن متین حق منم، شرح مبین حق منم  
 کعبه منم، حرم منم، دیر منم، صتم منم  
 عشق منم، جنان منم، در دمنم، زیاں منم  
 دود من و چین منم، لاله و لستر منم  
 بلبل داستان منم، طوطی صد زبان منم

عجز و نیاز هم منم، خوبی و ناز هم منم  
 حسن منم، محسن منم، من نه منم، نه من منم

چوں یار به بزم آمد و پوشیده نقابم  
 حرفی ست جهان از ورق دفتر علمم  
 دریائے محیط است و جودم به حقیقت  
 عالم شود از مست، ز چشم من سرمست  
 سلطان جهان هستم و آزاد ز هر قید  
 چوں مهر من از مطلع غیب آمده بیرون  
 لے مرده دلاں! عین حیات ابدیم  
 از کشف و کرامات بلا قید که این با

خود عاشق خود هستم، و مشتاق نقابم  
 در شکل نیاز آمده ام باتب و تابم

رفته ز خویشتن منم، من نه منم، نه من منم  
 استر منم، علن منم، من نه منم، نه من منم  
 مومن و بدمن منم، من نه منم، نه من منم  
 روح منم، بدن منم، من نه منم، نه من منم  
 هم گل و هم سخن منم، من نه منم، نه من منم  
 گوش منم، سخن منم، من نه منم، نه من منم

پس کس نبود حاجب او، غیر حجابم  
 من نسخه جامع عجیب، طرزه کتابم  
 در صورت خود گرچه به تمثال سراپم  
 یاراں چه عجب است که من کہنہ شرابم  
 گو شکل گدایانہ، به قید گل و آبم  
 ذرات جهان جلد عیاں گشت ز تابم  
 وئے تشنه لبان! سوئے من آئید که آبم  
 افتاده براہند، به تعداد حسابم



(۷۰)

رسته ز دایم جسم و جان، بستره ز موی کسستم؟  
 ساکن کنج بخودی، سبیل خوئے کسستم؟  
 سجده کتاں به جان دل جانب و سوائے کسستم؟  
 والہ دوست در پئے نگہت و بوی کسستم؟

باہمہ حسن خو زیم، عاشق روئے کسستم؟  
 دردِ تم ایں تپیدگی، وز خودم ایں میدگی  
 جلوہ گرم به ہر جہت، لغت من ست ہر صفت  
 مست ز بوی من جہاں، در پس نگہتم واں

باہمہ دلبری و ناز، شیوہ گرفتہ ام نیاز  
 خاکِ نمط بہ زیر پا، در رہ و کوئے کسستم؟

(۷۱)

بے شبہ بوی نمونم، عنقائے قافِ قدسم  
 پاک از ہمہ شیونم عنقائے قافِ قدسم  
 دانی کہ من چگونم، عنقائے قافِ قدسم  
 بر تر ز کاف و نوئم، عنقائے قافِ قدسم  
 از عقل بس بروئم، عنقائے قافِ قدسم  
 در پردہ کنونم عنقائے قافِ قدسم  
 خود باطن البطونم عنقائے قافِ قدسم  
 معبود و عابدونم عنقائے قافِ قدسم

بیچوں و بے چگونم، عنقائے قافِ قدسم  
 از وحی تم معرا، وز کثرتم مبرا  
 بیرنگی ست رنگم، رنگ ست و عار و ننگم  
 از خلق ما سوایم، در امر ما درایم  
 بے نام و بے نشانم، بے شرح و بے بیانم  
 ہر چند در ظہورم، نورِ ظلام و نورم  
 صدرِ ہمہ صدورم، از وہم و خلقِ دورم  
 ہر قبلہ هست رویم، ہر سجدہ هست سویم

سلطانِ بے نیازم، گو صورتِ نیازم  
 نہ نشانِ سیم کہ چونم، عنقائے قافِ قدسم

(۷۲)

نہ عالم بود، نے آدم، مگر مسجود بودستم  
 کہ از نظارہ حسن خودم خود بودستم

من آں نورم کہ اندر لامکاں موجود بودستم  
 نہ از عالم بیانے بودے نے آدم نشانے داشت



بسیطاً آن قدر شد مبسوط از حُب پیدائی  
 هیولائے دو عالم، ماده ارواح اشباح  
 ز بهر رفع شرک و دفع وہم ہستی غیرے  
 لباس نوال بشر پوشیدہ مسجود ملک گشتم  
 گئے در لیس، گاہے شیت، گاہے فوج، گاہے نوس  
 گئے صالح، گاہے ابراہیم، گاہے اسحاق گہ یحییٰ  
 برائے میکناں امروز نقد وقت شاں گشتم  
 بہ دریائے حقیقت، بہر خواصانِ دیادل

کہ با یک نقطگی صدها خط مودود بودستم  
 حریر جسم و جہاں را بچوتار و پود بودستم  
 بہ شکل انبیاء و اولیاء موجد بودستم  
 بہ تصویر محمد حامد و محمود بودستم  
 گئے یوسف، گئے یعقوب، گاہے ہود بودستم  
 گئے موسیٰ، گئے عیسیٰ، گئے داؤد بودستم  
 ز بہر دیگران روز جزا موعود بودستم  
 بہر عہدے و عصرے گوہر مقصود بودستم

نیاز اندر حقیقت، لایزال و لم یزل ہستم  
 مگر بایں تعین نیست وہم نابود بودستم

(۷۳)

اے طالبان ای طالبان! من باشما ہر جا تم  
 ایں دوری و ہجوریم، از وہم پندار شماست  
 ثابت تر مں از ہمہ، بے آں کہ اثبات کنند  
 بر عکس رسم ایں جہاں، در پردہ می باشم عیا  
 ہم صوتِ ناسوتیم ہم، ہم معنی لاہور تیم  
 در جلوتِ فرق آدم، از خلوتِ جمع شیوں  
 ہر چند نبود غیر مں، در عالم نوا کہن  
 با حسنِ خود در باختم، مں نزد عشق و عاشقی  
 کہ شیخ اندر خالقه، کہ رندم اندر مسکدہ  
 ہم اول و آخر مںم، ظاہر مںم، باطن مںم

ہم جلوہ گر دیدہا، ہم مضمر و لہا ستم  
 در نسبتِ خود با شما، دریا و موج آسا ستم  
 بے آنکہ بے پردہ شوم، در پردہ اخفا ستم  
 چنداں کہ بے پردہ شوم، در پردہ اخفا ستم  
 پنهان تر از پنهان ہم پیدا تر از پیدا ستم  
 از انبساط نور خود، ہزم جہاں آرا ستم  
 در ذاتِ بختِ خویشتن، بر رتبہ علیا ستم  
 ہم لیلی و مجنوں مںم، ہم وامق و عذرا ستم  
 کہ سجدہ و سجادہ ام، گاہے مے وینا ستم  
 ہم عالم دنیا ستم، ہم تشنہ عقیقی ستم



گاہے نیازِ ایمانِ من، گہ بے نیازی شانِ من  
 این ہر دومی بید بمن، ہم بندہ، ہم مولا ستم

## رولیت "ن"

(۷۴)

تہانہ چاک زد بہ گریبانم این چنین	دستِ جثوں نمود بہ دامانم این چنین
گر لالہ زار نیست دلم، اندہجوم داغ	بایے کہ کرد رشکِ گلستانم این چنین
تیرے دگر زدستہ مرگانش آرزوست	لذتِ چشیدہ از لبِ پیکانم این چنین
واگر دشانہ زلفِ گرہ گیر آں نگار	کاشفتہ روزگارِ پریشانم این چنین
میناشکستہ، قدرِ گہر، معتذل شود	از کان دیدہ گہر افشانم این چنین
اے رشکِ شمع! تا بہ شبتانم آمدی	شد صرف سوختن بدنِ جانم این چنین
جمعِ دل بست حاصل از دوست، اے رقیب	روئے کہ دیدہ ام کہ پریشانم این چنین؟
در دمرا علاج شراب وصالِ تست	بیدرد من بساز تو، در مانم این چنین
ظالمِ ہلاک میشوم، این دم اگر شتاب	کردی تو در کشیدنِ پیکانم این چنین
تا داغِ شب چراغ دلم با ہتاب گشت	شد لیلۃ البرأت بہ کاشانم این چنین

دارم بہ طبعِ میلِ سخنِ سخی اے نیاز  
 خواہم کہ یک دو شعر دگر خوانم این چنین

(۷۵)

محوِ نظارہٗ رُخِ جانانم این چنین	آئینہٗ دارِ دیدہٗ حیرانم این چنین
می سوزی آہنچناں کہ نہ دودے ز شعلہ	بس بس مسوز، آتشِ پہنانم این چنین
دولابِ چرخ می شود آخر غریقِ آب	گر ہست سیلِ دیدہ گریانم این چنین



یارِ رواں زِ نشترِ مرگانِ کسیتِ این؟  
 مابستہ ام خیالِ رُخ و زلفِ آن نگار  
 کو دانتِ تم کہ بود حصولِ متامِ غم  
 لبِ خشک، و تشنه کام، جگرِ تفتہ ام ہنوز  
 بے گریہ سوخت گشتم و یا گریہ آب بود  
 زیں پیشتر تو من شدی، الحال من تو ام  
 مضمون آہ و نالہ موزوں بخاطرست

فوارہ رواں زِ رگِ جانم این چنین  
 حیرانم این چنین و پریشانم این چنین  
 یک جذبہ تو ساختہ نادانم این چنین  
 حالانکہ غرقِ قلمِ عرفانم این چنین  
 کہ بے غم آن چنانم و کہ بانم این چنین  
 بود از برائے شکر تو احسانم این چنین  
 خواہم نمود مطلع دیوانم این چنین

دو دمن اے نیاز بہ رُوئے نہ می رسد

در مجرِ سپہر، سپند انم این چنین

(۵۶)

خدا را اے صبا بگذر بہ سوئے خاکسارِ من  
 نقاب از رخ بر اندازی، قیامت پردہ دارِ من  
 کہ آمد در دیارِ من کہ شد تو دور تر از من  
 ز جیب دامنم دستِ جنوں نگذاشت یک لے  
 نہ می کردی زِ اوّل ذبح این صیدِ زبونم را  
 مکن اوراقِ جزائے حیاتم، در ہم و بر ہم  
 بہ دلقِ قصرِ شاہی می کنم از خوبی طالع  
 بہ عیارِ می مستم اے یارِ عیارم، مکن پہاں  
 ز بس محو خیالت، در دلِ شہائے تارِ کیم  
 بہ جامِ بادہ ام، صہبائے دیدائے نمی ریزی

بہ بردِ کوچہ جانانہ ام مشتِ غبارِ من  
 قیامت ساز کن امروز پسند انتظارِ من  
 چہ شد اے بیقرارِ من، کہ شد صبر و قرارِ من  
 برائے بنجیہ گر مشفق، چہ خواہی کرد کارِ من  
 اگر در شانِ فرائدِ شکست آرد شکارِ من  
 مدہ بر بادے ظالم، کتابِ مستعارِ من  
 نہ حجم دارد، نہ کئے، این طالع گردوں سوارِ من  
 کہ بود این ہمکنارِ من، کہ دلِ بُردِ کنارِ من  
 ہویدا قلب شد، تارِ یکی شہائے تارِ من  
 نمی دانی مگر گردوں خمارِ انتظارِ من

نیازِ اعجازِ عشقِ مست این سخنِ سچی و خوش گوئی



وگر نه شعر بے لغزش نجا، کو بے قرار من؟

(۷۷)

کج نشگفت جز داغ جگر بر شاخ سار من  
جنوں بر خولیتن نارد، ز حب تار تار من  
نباشد خالی از جولاں گری گرد و غبار من  
نه روید در زین سینه ام، جز دانه عشقت  
گه گریم، گه خندم، گه رنجم، گه خرم  
من از سجد به میخانه، نه از خود می روم یاراں  
که از زلفت پریشانم، که از روت تو حیرانم  
نه آه و ناله تنها دارم اندر عشق بازی ها  
به هر صید ز بونی چشم دادم، وانه می گردد  
جهاں با کثرت خود جنب و جدت لفظ صفر

نیاز از من مجوز بهر درد یار در مانے

که نبود هیچ شئی جز درد یار اندر یار من

(۷۸)

دی خراماں می گذشتاں یا خوش رفتار من  
چوں نقاب لطف مشکین از رخ و عارض فکند  
خر من جان جهاں را سوخت او مانند برق  
بسکه در عشقش شدم از کفر و از ایماں بری  
عشق اسلام است و دینم، عشق دریاں است و درد  
دولت شاهی ز چشم اشکبارم شد حصول  
با داؤنا زوشوخی اند میر بازار من  
شد جهاں یوانه روت پری رخسار من  
از نگاه ما گذر کرداں بت عیار من  
رشته جانم گسست از سجد و ز تار من  
عشق غمخوار است و مونس، عشق یار نار من  
و من فقرم پرست از گوهر شهوار من



از خیالِ جور و خونِ دلم شد رشکِ مُشک  
در نگه داری نیاز این نافه تار تارِ من

(۷۹)

دی در آمد بر درم آں ساقی شرشارِ من  
می بنم بآ، جائے سر سر جلے پا از بخودی  
از خروش و جوشِ مستی بر سرم لے دوستان؛  
دین و اسلامم فدائے ساقی شرشار گشت  
خوابِ چشم و راحتِ جان و قرار و صبر دل  
جز مقامِ عشق آهنگے نہ دارد بلبلم

از نگاهِ مستِ او دیوانه شدِ هشیارِ من  
هوش مند انم، چه می پرسند از رفتارِ من  
نیست جز دیوانگیِ کارِ دگر بر کارِ من  
شد به من جام و صہباجہ و دستارِ من  
رفته اندر طرفتہ العین از من این ہر چارِ من  
بر نیاید جز تو لے سوز از سیرِ منقارِ من

کار فرما شد جنوں در ملکِ جانم لے نیاز  
بخت دشوار مست بارِ عقل در دربارِ من

(۸۰)

سیرِ حق پہناں ست اندر معنیِ اسرارِ من  
از محیطِ نقطہ مرکز بود اقلیمِ ملک  
نور ذاتم بر دلم، ہر دم تجلی می کند  
دوبنائے ہستیم از نیستی مستحکمی ست  
لے مسلمان کفر باشد جزو لایفکِ عشق  
زاہد از سیرِ سوادِ الوچہ من آگہ نہ ای

ظاہر نش پیدا ست اندر معنیِ اسرارِ من  
چشمِ دل بکشا و بنگر و سعتِ پرکارِ من  
تاب دیکری دید، ہر شغلہ دیدارِ من  
در شکست و ریختن شد پستی دیوارِ من  
زین جہت در عاشقی شد کافی در کارِ من  
نیست در فہم تو رمزِ قشقہ و زنا رِ من

طوطی دستانِ سرے ذوق و شوقم لے نیاز

نشوی جز نالہ جاں سوز از منقارِ من



(۸۱)

نیست جز آهنگ عشق آواز موسیقار من  
بسکه مہتمم سایہ پرور، زیر بالِ ہریار  
اے نسیم گلشنی، ہاں سوئے دُکّانم سیا  
حسنِ خواباں بہر حق بینی مثالِ عینک ست  
آمد اندر ملکِ جاں، بر تختِ دل سلطانِ عشق  
ہمچو دریائے محیط اے قطرہ ام، شد موج زن  
کرد مارا بے نیاز، آن قبلہ اہل نیاز  
لطف فرما شد بہ احوالِ دل افکارِ من

(۸۲)

اسیرِ عشق مفتوں ست و مجنوں  
نہ می داند طبیب آزارِ مارا  
نہ ماتر دامنم اندر نظارہ  
شہید اکبر ست این کشتہ عشق  
بیا جاناں بہ نفسم لطف فرما  
نیاز اندر خمار ست اے دریا  
وَنَحْمُرُ الدِّينَ فَمَلُّوْا وَمَدْفُوْنَ

(۸۳)

مُؤْرِضِ الْعِشْقِ مَفْتُوْنَ وَهَجْنُوْنَ  
بَنِيْ مَحْبُوْسَةٍ مِنْ كُلِّ حَبْسٍ  
وَمَنْ يَعْلَمُ تَدَاوِيَهُ سَوَى الْحُسْنِ  
مَلُوبٍ عَلَيْهِ وَالْقَلْبُ مَحْزُوْنَ  
فَمَا مَسْجُوْنُ هَذَا السَّجْنِ مَسْجُوْنُ  
مَحِيْطِيْ بِنَةِ فِيْهِ فَلَاطُوْنَ



الایا صاحب الوجه الحسین  
ترحم والتفت نحو العشوق  
بلاد العشق یا اُحیی بلاد  
تعالی حسبنا عَمَّا یقولون  
فان باعدت عنه مات محبون  
والآلاف المصابفیه مستنون

(۸۴)

عیدست ساقیا در میخانه باز کن  
هنگام زهد و تقوی گذشت و رفت  
بنگر به پیچ و تاب دل سوگوار من  
بنا به ما، تجلی جاں بخش، دل کشا  
امروز، روز عیش و نشاط و سرور هست  
گنج فنا عتست که دل را غنی کند  
پیمان توبه بشکن و پیمان ساز کن  
دور حقیقتست، و دایع مجاز کن  
کوتا ہی تطاول زلف دراز کن  
طرز واداد و غمزہ عاشق نواز کن  
جود و عطا و لطف به اہل نیاز کن  
اے دل اگر غنا طلبی، ترک تاز کن

تا صبح وصل در نہ دہد ہر شب اے نیاز  
چوں شمع آہ و گریہ بسوز و گداز کن

(۸۵)

شاہ عشق آمد و شد تحت نشیں بردل من  
ہمہ تن دیدہ شدم، بہر تماشا اے کسے  
می شوند حلقہ نشیں، بر منط ہالہ ماہ  
واعظا حبت من سینہ پر داغ من سرت  
بس فرو مانده جناح ملکوت از پرواز  
یا فتند عالمیاں تاب دگر از نورم  
شمنہ عقل بدر شد ز حد کشور من  
ہر سر موئے من بست ہم سر چشم سر من  
ماہ رویان جہاں گر دیری بیکر من  
دل برم جوڑ من و چشم ترم کوثر من  
در مقامے کہ رسید این دلبے پر من  
چوں ز آفاق جہاں گشت بلند اختر من

تا شوی محرم اسرار حقیقت چو نیاز  
سایہ ساں باش پس و پیش و زہر من



# ردیف "ه"

(۸۶)

من پاک باز عشقم، ذوقِ فنا چشیده  
بد پرده های دمی مارا حجاب دیده  
گلگشت غنچه دل، دل بستگیش وانشد  
چوں آفتاب معنی، بر جان من درخشید  
من نور ذاتِ حقم اے صاحب بصیرت  
در صورتی نظر کن اندر مریح خلق  
روح الهیم من، جان فدائیم من  
من جلوه گاهِ ذاتم، هم مظهر صفاتم  
آئینه پر صفایم، جامِ خدا نمایم  
سلطان بے نیازم، چوں سر و سر فرزم  
از جام عشق مستم، مستانه استم  
زاهد به گیر بر من، بگذر ز گفتگویم

قول نیاز بشنو، یعنی ز خود بروں شو  
چوں از خودی برآئی، باشی خدارسید

(۸۷)

اے عکس نائے تو با هر ذره چوں آئینه  
نظار گیان را، هنگام تماشایت  
پیدائی و پنهانی، هم صورت و هم معنی  
از دولت دیدارت هر ذره چوں گنجینه  
هر شب چو شب قدر است، هر روز چو آدینه  
هم نور و سروری تو، هم دیده و هم سینه



ایں حُسنِ مجازِ ما، در چشمِ حقیقتِ ہیں  
 ہم عینکِ بینائی ست، ہم قنطرہٴ وزینہ  
 اندر من و اُو، ہر دم، رازے و نیائے ہست  
 روشن بُودایں معنی، بر سالکِ دیرینہ

## دلِیف ”می“

(۸۸)

اے جلوہ گہ رُویت، ہر وجہ و ہر رُتے  
 اے قبلہٴ ایمانم، وئے جانِ دل و جانم!  
 با آنکہ نہ می زائی از وسمہٴ رنگ و بو  
 می بینم ”انا الحق“ زن، ہر ذرہ بہ ہر تو  
 اندر دلِ ہر قطرہ، دریا ست بہ موج اندر  
 ایں جملہ صنائر را، مرجع توئی اے جانان!  
 راہ تو و کوئے تو، ہر راہی و ہر کوئے  
 رہ سوئے تو گردانم، ہر طرفی و ہر سوئے  
 رنگ تو و بوئے تو، ہر رنگی و ہر بوئے  
 یا ”عظم شانی“ گو، ہر تائے و ہر موئے  
 خود بحر محیط ست ایں ہرے و ہر جوئے  
 تعبیرِ زستِ اینک ہر حالے و ہر رُتے  
 اندر رہِ عشقِ تو، رفت ست نیاز از خود  
 از زستِ کز وہست ایں ہر ہائے و ہر موئے

(۸۹)

گر بر سرِ بالینم، نازاں بہ خرامِ آئی  
 تا بچہٴ عشقت شد ہم دستِ گریبانم  
 ایں آہِ دلِ سردم، ویں نگِ رخِ زردم  
 لے رشکِ مسیحایم، از بہرِ مداوایم!  
 خاکِ رہِ کوئے تو، ایں طرفہ اثر دارد  
 جاں از سرِ تو یابم، ہم تاب و توانائی  
 از قبضہٴ دستم شد، دامانِ شکیبائی  
 بار از دروں ہر دم، دارد سرِ سوائی  
 چوں بر دلِ شیدا یم، یک جلوہ نہ فرمائی  
 ہم صندلِ درِ دسرا، ہم سرمہٴ بینائی



بُوئے به نیاز آمد، از طرّه مشکینش  
از خود به رسید آخر، ایس آهونے صحرائی

(۹۰)

سزد آں که دم ز نم من ز کمال کبریا  
همه این صفات و ذاتم، که با عالم شهودست  
نظرے بصورت تم کن، به نگاه دیدۀ دل  
همه همت ست بر من، که تو گوئیم "منم من"  
که سوائے حق نہ بینم به وجود بے قبائی  
به خدا که دوست پیدا، به لباس ماسوائی  
که نمایند سراپا، همه جلوه خدائی  
که نه من من ست ایس من، از خداست خودنمائی  
همه دلبری و ناز ست که بصورت نیاز ست  
چه نیاز شان خاص ست ز شیون دلربائی

(۹۱)

به بود ز دست ایس، دلم اعجاز نگاہے  
هند و شود و چشم سیامت به پرستد  
اعجاز نگاہ تو کند، زندۀ جاوید  
بر آوج تماشاے رخت کیست هوا گیر  
زان ست مرا همدم دم ساز نگاہے  
گر بر فگنی، بر بت شیراز نگاہے  
اے رشک مسحا! به من انداز نگاہے  
گو طایر قدسی ست به پرواز نگاہے  
چوں ناز ترا زینت وزیے ز نیاز ست  
زیبد که بر او فگنی از ناز نگاہے

(۹۲)

از خلق جدا هستی و هم در همه بانی  
بے نام و نشان بودی، و گنجینه پنهانی  
بر وحدت تو هست غرض کثرت شانت  
هم شاه جهانی، به سرت افسر شاهی  
از جمله مبرائی و در جمله در آئی  
از بهر شناسلے، خود صورت مائی  
یک شان تو خلق ست، دیگر شان خدائی  
هم دلق به برداری و هم شکل گدائی



ہم معتکف مسجدی و سجدی بہ دستی  
 ہم بارکشِ خرقہ و ہم رندِ قباپوش  
 ہم صوفی و رقاصی و ہم صورتِ مطرب  
 ہم نامہ جاں کاہی و ہم خندہ جاں بخش  
 ہم بلبلِ شیدائی و زاری و نزاری  
 ہم خطی و ہم خالی و ہم چہرہ زیبا  
 ہم خرمنِ گلزاری و ہم برقِ تبسم  
 ہم شوری و ہم فتنہ و ہم آفتِ جانی  
 ہم خنجرِ مژگانی و ہم تیغِ دوآبرو  
 ہم قاصی و ہم مفتی و ہم حکمِ شریعت  
 ہم عاقل و ہشیاری و ہم بے ہوش و مست  
 ہم مردِ شکر گل گشتہ بہ شکلِ شہ جیلان  
 ہم روئے نیاز آئی و ارشادِ نائی

(۹۳)

اے دل تو چین و رنج و شورِ چرائی ؟  
 وے دیدہ بگو، صورتِ نا سوراچرائی ؟  
 اے سینہ من ریش دل از بہر کہ داری ؟  
 وے نختِ جگر، سوختہ، چوں طورِ چرائی ؟  
 اے خندہ من صورتِ گریہ بہ چہ گشتی ؟  
 وے صبحِ جبینم شبِ دیجورِ چرائی ؟  
 اے راحتِ جاں، شکلِ غمِ آمدہ چونی ؟



وئے جان من آزاری و رنجور چرائی؟

در معنی "فی انفسکم" غور و نگہ کن

معشوق بہ برداری و مجبور چرائی؟

دل داری تو نزدیک ترست از رگِ جان

افتاده بہ پندارِ دوئی، دور چرائی؟

خوشیدِ جمالِ رُخِ محبوب عیاں ست

اے شہ پرک دیدہ جاں کور چرائی؟

جاناں بہ جہاں ست چو دریائے بہ قطرات

چوں قطرہ بہ دریائی و در شور چرائی؟

از زندگی افزائے لبِ ساقی سر مست

مئے نوش کن وہاں بہ لبِ گور چرائی؟

اے زاهد افسردہ بیا و بہ خدا شو

در حرصِ بہشت و ہوسِ حُور چرائی؟

یک جو نہ دہم قیمتِ این طاعتِ مہمل

بر تکیہ این زہد تو مغرور چرائی؟

بر قولِ نیازست اگر علمِ یقینت

پس دیدہ و دانستہ بہ دستور چرائی؟

(۹۴)

بر چشمہ خورِ سحاب تاکئے؟

در ماؤ تو این حجاب تاکئے؟

بینم بہ غلط سراب تاکئے؟

بر چہرہ تو نقاب تاکئے؟

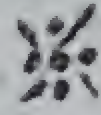
بر دیدہ ما حجاب از ماست

بر بحرِ حقیقتم گذر ده



یک حرف ز عشق خود سبق وہ  
 بے خود ز خود مکن وہ خود دار  
 خواہم قصص کتاب تاکئے؟  
 مانم بہ خودی خراب تاکئے؟  
 دارم ہوس شراب تاکئے؟  
 واماندہ ز آفتاب تاکئے؟  
 با شتم با تعلقات ذرات

اے دل بر من جمال بہما  
 وے جان من این حجاب تاکئے؟





# نعت و نقیبت



(۱)

امیر المومنین صدیق اکبرؑ	امام المسلمین صدیق اکبرؑ
رئیس العاشقین صدیق اکبرؑ	انیس العارفین صدیق اکبرؑ
رفیق مصطفیٰؑ در غار تاریک	نہ بودہ غیر ازین صدیق اکبرؑ
نثارِ ماحضر بر مصطفیٰؑ کرد	برائے کارِ دین صدیق اکبرؑ
مبیین اندر کمالات نبوت	ز اُمت بہترین صدیق اکبرؑ
نبیؑ را داد حق تسکین بہ معراج	بہ آواز ہمیں صدیق اکبرؑ
امام ہر کہ و مرہ از صحابہؑ	کہ شدائے دل جزاں صدیق اکبرؑ
بہ اجماع صحابہؑ شد مقرر	نبیؑ را جانشین صدیق اکبرؑ

نیاز از بہر آں مداحش آید  
کہ بود ستاں چہیں صدیق اکبرؑ

(۲)

خواجہ خواجگان معین الدینؑ	فخر کون و مکاں معین الدینؑ
سرِّ حق راہیاں معین الدینؑ	بے نشان را نشان معین الدینؑ
منظر و جلوہ گاہ نورِ قدم	آفتابِ جہاں معین الدینؑ
مرشد وہ رہ نمائے اہل صفا	ہادی انس و جاں معین الدینؑ
عاشقان را دلیلِ راہ یقین	سرِّ راہ گماں معین الدینؑ
خواجہ لا مکاں و قدس مقام	آسماں آستاں معین الدینؑ

قرب حق اے نیاز اگر خواہی  
سازِ وردِ زباں معین الدینؑ



دلا خاک رہ کوئے محمد شو محمد شو  
 بہ ہر دم سجدہ جاں سوئے ابروئے محمد کن  
 تجرّد پیشہ گیر از قید عالم و ارباں خود را  
 بہ اخلاقِ الہی متصف بودن اگر خواہی  
 بکن خالی مشام از بوئے گلہائے جہاں کُل

ز ہر سوئے بیا، سوئے محمد شو محمد شو  
 بہ روئے قبلہ روئے محمد شو محمد شو  
 اسیر حلقہ موئے محمد شو محمد شو  
 سراپا سیرت و خوئے محمد شو محمد شو  
 بیا، دلدادہ بوئے محمد شو محمد شو

نیاز اندر دلت گر ہر عرفانِ خدا باشد  
 فدائے شانِ دل جوئے محمد شو محمد شو

ز بے عز و علّائے منتہائے اوج انسانی  
 امیرِ عالمِ امری، شہِ معمورہ خلقی  
 ظہورِ کامل و ذات و صفاتِ حضرتِ یزداں  
 رحیمی، رحمتہ للعالمینی، شافعِ خلقی  
 درختاں آفتابِ آسمانِ حسن و محبوبی  
 شبستانِ جہاں روشن ز نورِ ماہِ روئے تو  
 کند در یک نگہ، صورتِ نما، آئینہ دل را  
 حق اندر شانِ تشبیہ محمد، نامِ خود خواندہ  
 چہ وسعت دادہ یارب بطریاں عظیم الشان

نبیؐ یثربی، و مہبطِ تنزیلِ فرقانی  
 ادیبِ علوی و سفلی، رسولِ انسی و جانی  
 حبیبی، سیدی، محبوبِ خاصِ الخاصِ بانی  
 کریمِ اکرمِ الخلق، سراپا فیضِ رحمانی  
 چو شمع صبح در بزمش، نہ ماندہ ماہِ کنتانی  
 ز تابِ شعلہٗ حسنش کند خورشیدِ رخسانی  
 بہ یک چشمک ز داید، از رخس ز نگارِ مکانی  
 محمدؐ غیر حق نہ بود بہ حکمِ ذوقِ عرفانی  
 کہ "اِنِّی عَبْدُکَ" گوید بہ جائے قولِ سبحانی

نیاز اندر دلت گر پر تو رخساش جاگیرد  
 نہ بینی تا ابد روئے پریشانی و حیرانی



زہے عز و جلال بو ترا بی فخر انسانی  
 وئی حق، وصی مصطفیٰ دریائے فیضانی  
 امیر کشور فقیری، شرہ اقلیم عرفانی  
 انیس محفل انس، جلیس مجلس قدسی  
 سرور جان خاصانی، نشاط روح پاکانی  
 سرایا جلوہ نوری، تمامی مہر تابانی  
 نہ باشد جز ہدائے او، کسے دیگر جدی خوانی  
 کہ نامولائیش را باشد اندر خلق جربانی  
 کہی بار دبر او، ہر خطہ ابر فیض و احسانی  
 عجب نہو بہار بے خزاں باغ محبان

نیاز اندر قیامت بے مرساں خواہد شد  
 کہ از حب تو لائے علی داری توسامانی

بدہ دست یقیں اے دل بہ دست شاہ جیلانی

کہ دست او بود اندر حقیقت، دست یزدانی  
 امیری، دست گیری، غوث اعظم، قطب ربانی  
 حبیب سید عالم، زہے محبوب سبحانی  
 نشان شان بے چونی، بیان سر مکنونی  
 بہ سیرت مثل پیغمبر، بہ صورت مرتضیٰ ثانی  
 سرایا جلوہ حسنی، تمامی مہر تابانی  
 کند یعقوبیش گراشد ایں جا ماہ کنعانی  
 زبائے پاک او فخرے ست، دوش پاک بازاں



حیاتِ تازہ بگرفتہ آزاد، دینِ مسلمانی  
 شبِ بختِ یہ را ذرہ ہر ش کند صبحی  
 فروز و نموء نطفش رُخِ شامِ غریبانی  
 بہ بختِ از رہ فیاضی ادنیٰ بے نوائے را  
 گدایانِ درش دہیم شاہی، تختِ سلطانی  
 ملائک "طرقوا" گویاں روند اندر رکابِ او  
 جلوداری کنند او را خواصِ انسی و جانی  
 نیاز اندر جنابِ پاکِ اوازِ قدسیاں باید  
 کہ آید جبریلؑ از بہر کارِ او و در بانی

(۷)

دلادستِ طلبِ بکشا، بہ درگاہِ شہنشاہی  
 نظامِ الدین و الملتِ علیہ رحمت اللہ  
 امیرِ عالمِ آرائے، ظہیرِ دین و دنیائے  
 شہنشاہِ علیؑ جاہی، نبیِ شانے، حقِ آگاہی  
 محیطِ فیض و ارشادے، بہ علمِ فقرِ استادے  
 سراپاِ حسنِ جاں بخشے، ہمہ جانانِ دل خواہی  
 دُرِ دریائے تجریدے، گلِ بہتانِ تفریدے  
 بہ شکلِ صورتِ انساں نمایاں ذاتِ اللہ  
 شہستانِ جہانِ شد، مجرورے روشنے روشن  
 کہ طالعِ گشتہ از آفاقِ عالمِ این چنین مابہ



گرفتہ صورتِ فانی، بہ بزمِش سیرتِ عالی  
 زبانِ شمع شد در مدحِ او مرغِ سحر کا ہے  
 بہ خاشاکِ وجودم، زدنگا ہے گرمِ او آتش  
 بروں از آسماں شد شعلہٗ مُشتِ پرِ کا ہے  
 ز شوقِ عشقِ محبوبِ الہی آن چناں گشتم  
 کہ تصویرِ مصوّر در کشتِ بر صورتِ آ ہے  
 چہ غم داری نیاز از رقتِ تنہا از میں عالم  
 کہ سلطانِ المشائخ یا رجاں با تسُت ہمرا ہے





# تنویات



(۱)

## دعاء

صَرَفْنَا اللَّيَالِيَّ وَآيَاتِهَا  
 نگاہے بہ ما اے خدا بر فکں  
 ز تبلیس ابلیس ناچارہ ایم  
 بہ خاتم بہ دہ اے خدا زیں بلا  
 مُراداتِ یارانِ این انجمن  
 بہ ہر احتیاجے کہ دارند پیش  
 برابرِ بابِ ایمان، کشا بابِ رزق  
 شفا دہ مریضانِ اسلام را  
 بہ کُن از سر دین داران ادا  
 نگہ دار بہ حالِ اہل سفر  
 کسانے کہ محزون و افسردہ اند  
 تَرَحُّمٌ عَلَیْهِمْ رَوْفٌ أَلِیْبَادُ  
 کسانے کہ کردند خود را خراب  
 تَفَضُّلٌ عَلَیْ حَالِهِمْ یَا کَرِیْمُ

مِنْ الْعُصْرِ بِالْمُعْصِيَةِ وَالْهَوَى  
 لَقَدْ انْقَضَى الْعُمْرُ طَالَ الْحَزَنُ  
 بہ تبعیتِ نفسِ امارہ ایم  
 بہ کُن دُور این نفس و شیطانِ ما  
 بر آور بہ لطفِ خود اے ذوالمنن  
 روا کُن خدایا بہ احسانِ خویش  
 کہ مفلس نہ مانند ایشان ز صدق  
 بر ایشان کشا، بابِ انعام را  
 تمامی فرائض بہ کُتبت و عطا  
 کہ در رہ نہ یا بند نقص و ضرر  
 بہ حُتِّ علیؑ نیز غم خورہ اند  
 أَجْرُهُمْ مِنَ النَّارِ يَوْمَ التَّنَادِ  
 بہ غم ہائے آلِ رسالت مآب  
 بِأَحْسَانِكَ الْمُسْتَمِرُّ الْقَدِيمُ

بہ دہ مومنان را توفیق و ظفر

بہ کن کافران را ذلیل و بتر



## ہمراوست

یارِ من با کمالِ رعنائی  
 عشق بازی بہ خویشن دارد  
 در ازل دیدہ بر رخس واکرد  
 در بطولش نمود عشق مقام  
 شد چو حُبِ نظارہ دامن گیر  
 از تقاضائے حُبِ جلوہ گری  
 خواست آں حُسن بے نظیر و مثال  
 ناگہاں کرد امرِ کُن فیکوُن  
 شد ہزاراں ہزار شکل غریب  
 یک جہانے ز جنس جن و ملک  
 خود بر آمد بہ شکلِ این اکواں  
 ہست عالم تمام مرآتش  
 طرفہ تراں کہ رای و مرآت  
 نیک اندر جہان کہنہ و نو  
 ہیچ کس را نہ یافت این قابل  
 آخر الامر سوئے آدم دید

خود تماشا و خود تماشائی  
 غیرتش تاپ غیر کئے دارد؟  
 خویشتن را بہ خویش نشیدا کرد  
 شد مسافر سکونت و آرام  
 گشت مطلق بہ دام، قید و اسیر  
 آمد اندر حصارِ شیشہ، پری  
 متجلی شدن بہ این امثال  
 نقش بستہ جہانِ بو قلموں  
 از تجلی نورِ ذاتِ حبیب  
 واں دگر از عناصرست و فلک  
 حسب درخواست حضرت اعیان  
 کا ندر و ظاہرست آیاتش  
 جزیکے نے چہ گویت، مہیہات  
 جسٹ جوئے نمود و بانگ و دو  
 کہ ظہورش بود، در او کامل  
 بہتر و خوب تر از عالم دید



مُتَّصِفٌ بِاصْفَاتِ تَنْزِيهِی  
 زِیْنِ سَبَبِ شَدْ خَلِیْفَةِ اشْ اِنْسَانِ  
 اَوْسَتْ اَیْنِهٖ، صَاحِبِ الْوَجْهِیْنِ  
 رُوئے مُوئے خُصَائِصِ رَبِّی  
 سَجْدَهٗ اشْ بِاِنْقَائِصِ عِبْدِی  
 پَسِ ہوں سَاجِدِ سِتْ وَہِمِ مَسْجُودِ  
 جُزْ عَدَمِ نِیْسَتْ غَیْرِ ذَاتِ خُدا  
 مَحَلِّے ہِیْسَتْ اِنْجہ گُفْتُ نِیَازِ

ہم درو، وَصْفِ نَوْتِ تَشْبِیْہِی  
 دِیْکِرِے کَسِ نَبُودِ لَا اُنْیِ اَسِ  
 گَرَبِ بَیْنِی تُو بِاَحْقِیْقَتِ عَیْنِ  
 وَجْہِ طَرَفِی، نَقَائِصِ عِبْدِی  
 جَانِبِ اَسِ خُصَائِصِ رَبِّی  
 نِیْسَتْ دَرِ دِہِرِ غَیْرِ اُو مَوْجُودِ  
 پَسِ بُودِ عَیْنِ اُو ہِمِ اَشْیَا  
 کَرْدِ کُوتَاہِ، قِصَّہٗ ہَاے دَرَاَزِ

بایدت گر برائیں دلیل، گواہ  
 کن نظر جانبِ کلامِ اللہ

(۳)

## حقیقتِ مستور

اَمِرِ رَبِّی سِتْ رُوحِ وَتَرِ کَہِ فِدَا سِتْ  
 حَیْفِ دَرِ بِنْدِ جِسْمِ دَرْمَانِی  
 یَا رِ تُو ہِرِ دَمِ سِتْ بَا تُو کَلِیْمِ  
 ہِمِ عَالِمِ پُرِ اَسَتْ اَزْ اَوَاَزِ  
 بَا زِ کَرْدَنْ ہِمِیْنِ بَسِ سِتْ تَرَا  
 بَشْنَوِی یَکِ کَلَامِ نَامَقْطُوعِ

ذَکْرِ بَے کَامِ وَبَے زَبَانِ اَوْرَا سِتْ  
 نَشْنَوِی صَوْتِ پَاکِ رَحْمَانِی  
 حَیْفِ تُو نَشْنَوِی کَلَامِ قَدِیْمِ  
 لَیْکِ دَرِ ہَاے گُوشِ خُودِ کُنْ بَا زِ  
 بِنْدِ سَا زِی رِہِ، شَنِیْدَنْ رَا  
 اَزْ حُدُوثِ وَفَا بُودِ مَرْفُوعِ



اول و آخرش چو بے حد شد  
عالم صوت از او ظهور گرفت  
رونق افزائے انجمن اوشد  
گر به اظهار و نیا وردے  
بشنو آں بانگ پر سرور از گوش  
غرق شو، در میان بحر محیط  
نور بے رنگ مهبت و وحدت ذات  
دیدہ ہائے دلت کہ نابین ست  
ورنہ وحدت کجا و کثرت کو؟  
تو کہ ہرگز نہ دیدہ ای آں نور  
تا نیفتد شعاع نور خدا  
کاین ہمہ ظلمت ست و نور دیگر  
ذات مطلق مثال کل باشد  
وین دوئی و تعین ست چو خار  
گل شوی، گر نظر بہ کل آری  
وہ بہ تقدید خار، درمانی  
تو نہ آئی، ہر آنچہ فہمیدی  
توئی نو خاستہ کل و گلشن

زاں سبب نام اوبہ آں حد شد  
از حضورش بساط نور گرفت  
فیض بختائے ہر سخن اوشد  
نام آواز در جہاں نہ بدے  
کن فراموش خویش را ذی ہوش  
ذات بے کم و کیف نور بسیط  
وین تعین بود ہمہ ظلمات  
پیش تو نور سر بہ سراپست  
بویئے عنبر کجا، کجا بد بو؟  
چہ بہ دانی "حقیقت مستور"؟  
بر دلت کئے شود ترا پیدا؟  
کئے شود این و آں بہم ہمسر  
مبدأ فیض جزو و کل باشد  
می کشد ہر یکے از او آزار  
دامن جان کس نیا زاری  
خود بہ رنجی، جہاں بہ رنجانی  
کل نہ دیدی، تو خار را دیدی  
خار دانستی و شدی گلخن

اندر آں خار و گل، تو فرق بہ کن

گرچہ ہستند از یکے گلشن







شاه

# مناجات و مستزاد



# مناجات

الہی بہ حق نبیؐ امامؐ ،  
 بہ حق امام علیؑ مرتضیٰ  
 بہ حق بتولے کہ زہراؑ است او  
 بہ حق امام حسنؑ مجتبیٰ  
 بہ حق امام شہیدان حسینؑ  
 بہ حق امام شہ دین و داد  
 بہ حق امامے کہ باقرؑ خطاب  
 بہ حق امامے کہ اوجعفرؑ است  
 بہ حق امامے کہ موسیٰؑ است نام  
 بہ حق امام علیؑ رضاؑ  
 بہ حق امام محمد تقیؑ ،  
 بہ حق امام نقیؑ رہ منا  
 بہ حق امام علیؑ عسکریؑ  
 بہ حق امامے کہ مہدیؑ است آں  
 بہ حق ہمہ ذریات رسولؐ  
 بہ حق محبان و اتباع شاں  
 بہ حق بنائے کہ بیت الحرم  
 بہ حق ملائک کہ بر انقیاد

علیہ الصلوٰۃ و علیہ السلام  
 وصی نبیؐ و ولی خدا  
 نثار جہاں را وے است آبرو  
 جگر گوشہ شاہ مشکل کشا  
 شہادت از و یافتہ زین  
 کہ نامش علیؑ ہست زین العباد  
 شنیدیم اورا ز روئے کتاب  
 بہ صدق و صفا خلق را رہ برت  
 از و یافتہ شرع و دین انتظام  
 لقب ضامن و ثامن آمد و را  
 کہ دین نبیؐ شد از و مخبلی  
 شفیع خلایق بہ روز جزا  
 کہ سوئے حقیقت کند رہ بری  
 جہاں منتظر کئے شود، او عیاں؟  
 کہ ہستند شاں جملہ اہل قبول  
 بہ حق غلامان و اتباع شاں  
 بود نام او کعبۃ الشہدہم  
 کمر بستہ انداز سر اعتقاد



بہ حق صحائف کہ بر انبیاء  
 بہ حق ہمہ انبیاء، اولیاء  
 بہ حق کسانے کہ با مصطفیٰ  
 بہ حق کسانے کہ با مرتضیٰ  
 بہ حق شہیدانِ دشتِ بلا  
 بہ حق شہنشاہِ دین، غوثِ پاک  
 بہ حق غلامانِ این بارگاہ  
 بہ حق کسانے کہ دیوانہ اند  
 بہ حق حرِ یفانہ، زندانہ و ش  
 بہ حق قلندر و شاں، خاکسار  
 بہ حق مشائخ کہ در راہِ دین  
 بہ حق کسانے کہ در علم و فضل  
 بہ حق کریمانِ دین متین  
 بہ حق ضعیفانِ پیرانہ سال  
 بہ حق جوانانِ اہلِ صلاح  
 بہ حق ہمہ مومنانِ جہاں  
 گناہانِ مارا بہ بخشائے رحیم  
 بہ ہر مشکلاتے کہ داریم ما  
 رہانیدہ کشتیِ نوح را  
 بہ گردابِ آفات، افتادہ ایم  
 خدا یا تو ہستی غفور و رحیم

بہ تعلیم خلق آمدہ از سماء  
 کہ بودند شاں خاصگانِ خدا  
 شہادت گرفتند اندر غزا  
 رفاقت نمودند اندر وفا  
 کہ جاں باخت اندر رضائے خدا  
 نوازندہ از سمک تا سماک ✓  
 کہ ہر فرد، فردست عالمِ پناہ  
 بہ شمعِ جمالِ تو پروانہ اند،  
 کہ از جامِ عشق تو اند بادہ کش  
 کہ دارند از سلطنتِ ننگ و عار  
 بخوم الہدی اند، و شمسِ یقین  
 بہ ترویجِ دین عمر کردند بزل  
 کہ بہتند دین را نصیر و معین  
 کہ دارند در یار سائی کمال  
 عَلَيْهِمُ تَحِيَّةٌ بِہ آبِ فلاح  
 کہ بردین و ایمان شد مرگِ شاں  
 کہ اِنِّی لَکَیْمٌ وَاَنْتَ الْکَرِیْمُ  
 بہ فضلِ خود آساں بہ کنائے خدا  
 ز آفاتِ طوفان، عالمِ رُبا  
 نہ باشی اگر نا خدا، چوں رحیم  
 نگہ دار مارا ز دیوِ رحیم



ہلاکم نہ و سواسِ خاطر بریش  
 بہ خولِ خود از معصیت دُوردار  
 نہ جملہ ذمائم، بری کن مرا  
 تو خلاقِ مائی و مابندہ ایم  
 تو غفار و ستار و آمرزگار  
 بہ توفیقِ حسنِ عمل، کن مدد  
 تو دانی کہ محورِ ضائے توأم  
 ترا از تومی خواہم لے کردگار!  
 نہ دنیا و عقبی نہ دارم ہوس  
 طفیلِ حبیبِ خود اے بے نیاز  
 چہ از کم ترین اُمتِ آں شہم  
 مظفر و منصور دینش بہ دار  
 جہاں روشن از نور اسلام باد  
 علاماتِ کفر از جہاں دُور کن  
 بہ دینِ نبی روفتے دہ تمام  
 بدہ حاکماں را تو توفیقِ خیر  
 تَفَضَّلْ عَلٰی جُمْلَةِ الْمُؤْمِنِیْنَ  
 خصوصاً بہ حالِ من زار بین  
 رہائی مرادہ، نہ جنگِ بلا  
 بدہ قوتِ دل نہ دینِ خودم  
 نہ نورِ ہدایت چراغِ غم فروز

تسلیِ دل بخش از فضلِ خویش  
 نہ عصیان بہ ہر حال مغفوردار  
 بہ خوبی و نیکی، قوی کن مرا  
 نہ عجز و زبونی سرا فگندہ ایم  
 من از کردہ خویشتن شرمسار  
 نہ مقبولی خویش منمائے رد  
 بہ دل جاں نثارِ ولائے توأم  
 بہ لطفِ خود، ایں آرزویم برآر  
 حصولِ تو و اللہ مرا ہست بس  
 بہ وصلِ حقیقی رساں از مجاز  
 کمینہ غلامانِ آں در گہم  
 دو عالم بہ زیرِ نگینش بہ دار  
 بریں آرزو دور ایام باد  
 ہمہ کافراں را تو مقہور کن  
 کہ بر شرح قائم شود خاصِ عام  
 کز ایشان نیابد ضرر یا ر و غیر  
 لَئِنْ کَانَ لَکُمْ نُوَامِنَ الضَّالِّیْنَ  
 کہ جز تو نہ خواہم بہ دنیا و دین  
 بلائے کہ بر پاست بر ما، نہ ما  
 قوی سینہ کن از یقینِ خودم  
 شبِ تار مارا بہ کوں، بچوروز



منم در جہاں پُر گنہ عیب کوش  
 وَصْنَعْتَ عُمُرِي بِطُولِ الْأَمَلِ  
 خمول و ظلوم و جہولم چناں  
 بسا گمراہاں از تو رہ یافتند  
 چہ باشد مرا، ہم کنی رہ بری  
 بدر، خرقة زور و مکر و فریب  
 لِسَانِي مَعَ الْقَلْبِ فِي الْأَعْتِرَاتِ  
 بہ قید تن و بند جسم اسیر  
 توئی دادگر، توئی فریاد رس  
 توئی شاہد بزم کون و مگاں  
 منم بندہ پُر گنہ، شرمسار  
 فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لِي شَفِيقٌ رَفِيقٌ  
 منم ماہی قلزم بے کراں  
 بہ خشکی ہم عمر سر کردہ ام  
 بہ ہر سوئے بحر خودم، زین سرب  
 در معرفت بر دل من کشائے  
 وَهَبْ مِنْ لَدُنْكَ الضَّيِّقَ الْبُسْرَ  
 بہ گیر از من و ما، من و ما نیم  
 خطے برگناہ وجودم بہ کش  
 شراب محبت بہ نوشاں مرا  
 نہ دانم کہ من کیستم خلق کو؟

ہمہ عیب من پوش الے عیب پوش!  
 وَكُنْتُ مُصِرًّا بِسُوءِ الْعَمَلِ  
 کہ گویند بیندگاں "الاماں"  
 بہ دیدند از تو، بہ تو ساختند  
 کہ کردم ز ہر عیب و نقصاں بری  
 کہ بر فقر کے بختد ایں جامہ زیب ہی  
 بِسُوءِ الْخِصَالِ وَبِالْأَعْتِرَاتِ  
 منم پائے در گل، توئی دست گیر  
 توئی بے کس، زور را زور و کس  
 توئی نور بخش زین و زماں  
 توئی آفرینندہ، آمرزگار  
 أَكُنْ فِي مُحِيطِ الْبَلَاءِ يَا غَرِيبُ  
 کہ افتادہ ام در سرب جہاں  
 در امواج خاکی بسر بردہ ام  
 کہ از پائے تاسر شوم، غرق آب  
 کہ ناید نظر جز تو از ما سوائے  
 فَإِنَّا نَفَعُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرُ  
 کہ ایں ست گبری و ترسائیم  
 خلاصم بہ فرما، ازین کش مکش  
 جداساز از اہل ہوشاں مرا  
 بہ جز تو نہ دارم بہ کس گفتگو



خبر ده الہی مرا، زان مقام  
 ز دنیا و دینم ہمیں ست بس  
 تجلی ده اے شعلہ طور من  
 ز خود بے خودم ساز، اے ذوالجلال  
 بدہ تاب، اے نورِ جاں بالِعجل  
 سحاپ نمود مرا دور کن  
 نہ ماند مرا ز سم و رسم خبر  
 تو باشی ہمیشہ بہ ملک وجود  
 بہ عجز و نیاز من اے بے نیاز  
 کہ بے صوت می روید آں جا کلام  
 نہ من دانم و نئے مرا ہیج کس  
 بہ سوزاں بہ یک جلوہ نور من  
 فرہوشیم ده، ز بہر قیل و قال  
 ازاں بیش تر، کہ بیاید اجل  
 تنم را ز نور ت، پُر از نور کن  
 نہ دارد کس از نشانم خبر  
 شہنشاہ و سلطانِ تخت و شہود  
 تَلطف بہ فرما و با من بہ ساز  
 تَلطف بہ فرما و با من بہ ساز

فَطَوُّبَىٰ لِمَنْ قَلْبُهُ الْمُسْتَنِيرُ  
 يَنُورُ بِاللَّهِ الْعَلِيمِ الْخَبِيرِ

## مستزاد

(۱)

اے دوست بہ ہیں در ہمہ سوز و غم خدا را  
 با عین نگاہے  
 می داں بہ یقین این ہمگی ما و شمارا  
 مرآت الہی

خود بہر تماشاے رخس آئندہ بیرون  
 از جلہ خلوت  
 کہ دلق بہ بر کردہ و گھورت دارا  
 با حشمت جاہے

کہ سوزے کلیا شدہ ناقوس بہ دستش  
 در پردہ ترسا  
 کہ کردہ بہ دست آئندہ تسبیح و عصارا  
 پوشیدہ کلاہے



گر مستکف مسجد و در کج تفرد  
گشاہد محفل شدہ آں انجمن آرا  
از روشنی عارض و از تابش سیما  
آورد دہروں این ہمگی صبح و مسارا  
گمراہ طریقے اگرش غیر بہ دانی  
بینی ہمہ او گر ہمہ این ما و شمارا  
مانند نیاز آئی بروں از چہ ہستی  
زاں پس تو خدا باشی و بینی تو خدا را

پہاں ز چہاں شد  
رنگ خود و ما ہے  
وز کاکل و خالش  
ہر شام و بگلہ ہے  
اے طالب مولی  
آئی سوئے را ہے  
گر عاشق حق  
در ہریر کا ہے

## مستزاد

(۲)

در کسوت نو آمدہ آں دل بر زیبا  
گہ ہر درخندہ بہ روئے ہمہ دنیا  
گہ فرش، گہ عرش، گہ بحر، گہ بر  
گہ شکل صدف آمدہ، گہ گوہر یکتا  
گہ دلق بہ بر کردہ، بہ بازار بر آمد  
گہ تاج بہ سر آمدہ، بر تخت مطلقا  
گہ پیکر لیلی شدہ، خود جلوہ گری کرد  
گہ ہیکل مجنوں شدہ گردید بہ صحرا  
گہ خندہ کناں رنگ گل آمد بہ گلستان  
گہ نعرہ زناں صورت بلبل شدہ شیدا

ہر شام و بگلہ ہے  
گہ صورت ما ہے  
گہ صورت قطرہ  
گاہے بر کاہے  
در شکل گدایاں  
در صورت شاہی  
بر مسند خوبی  
با حال تباہی  
در فصل بہاری  
بانالہ کو آہے



از روشنی چہرہ زیبائے ہونٹ  
وہ ظلمت کفرست بہ کفار بویدا  
گفت ست چو خود کیشلی مشی  
زاں پس بہ چہ ساں دامن و بنیم ہماشیا  
در خلق نیازاں سخن ریسر حقیقت  
ایں راز نگہ دار بہ کنج دل شیدا

ایں نور ہدایت  
از زلف سیاہ  
در حضرت قرآن  
جز ذات الہی  
بے پردہ مفرما  
با حفظ نگاہ

## مستزاد

(۱۳)

رِسْر خفی از مطلع انوار برآمد  
از بہر ظہورش پئے اظہار برآمد  
نادیدہ عیاں شد  
بر خود نگراں شد

خود گفت "انا الحق" بہ سردار برآمد  
خود بود کہ آں بر سر انکار برآمد  
سردار جہاں شد  
تقریر جہاں شد  
خود بود کہ بر شاخ شردار برآمد  
خود خمر شدہ از خم خمار برآمد  
در صورت انگور  
بد ہوش کناں شد

خود متکلف مسجد و تسبیح بہ دستش  
ہم خود زید و میکدہ سرشار برآمد  
بر روی مصلی  
بے ہوش رواں شد  
کہ در ہم و دینار گئے حور و قصورست  
کہ دست ازین شیشہ پئے یار برآمد  
کہ طالب ایہنا  
یا بندہ آں شد

کہ شعلہ نوری شدہ بر طور بر افتاد  
کہ نار شدہ صورت گلزار برآمد  
تا خلق بہ ترسد  
بشگفت جہاں شد



که مصحف و قرآن، گه دید و پراست  
که تار شده صورت ز تار برآمد

که دانه تسبیح  
از کفر نشان شد

که نرم دل و صاحب اخلاق حمیده

تمثال محمد

قتال زماں شد

که بر صفت ظالم خوں خوار برآمد

که شکل حبابی

آں بود که آں شد

که زاله و گه برف، گه ایبر مطیرست

در محط به دریا شده هموار برآمد

با غورنگه کن

ناداں بگیاں شد

در شکل نیاز آمده این شرح و بیاں کرد

خود نیست نیاز آں که به گفتار برآمد







اردو







# رکبیت الف

(۱)

گر کون و مکان مظہر ننگ نہ ہوتا  
ہوتا نہ اگر اس کے تماشے میں تحیر  
گر شانِ پیمبر کی، بوجہل پہ کھلتی  
اسرارِ حقیقت کے خبردار جو ہوتے  
مکان سے باہر ہے تری کہنہ کا پایہ  
گر پردہ غفلت کو تو ہم سے نہ اٹھاتا  
اے عشق نیاز آگے ترے سنگ نہ ہوتا

(۲)

چادرے موج کی نہ چھپے چہرہ آب کا  
اپنا ہی کچھ تصرفِ اوہام ہے کہ ہم  
انہیں مندی ہوئی ہوں تو پھر دن بھی اتنے  
کس کام کی یہ ہستی موہوم کائنات  
برقع حجاب کا نہ ہو برقع حجاب کا  
چہرے پہ حق کے پاتے ہیں پردہ نقاب کا  
اس میں تصور کیا ہے بھلا آفتاب کا  
سیراب کب کرے تجھے دھوکا سراب کا؟  
اپنا حجاب آپ ہے، تو اے میاں نیاز  
اٹھنے میں تیرے ہوتا ہے اٹھنا حجاب کا

(۳)

مٹھائے عشق میں گرجان کے دینے سے میں اڑتا  
کہاں یہ عشق کا مرنّا، کہاں وہ موت سر پڑتا  
زیارت گاہ عالم آج ہے یارو، مزار اپنا  
کوئی دن جی کے آخر موت سے مرنّا ہی پھر پڑتا  
یہاں بے روح قدسی ہوں، وہاں زیریں پڑتا  
کہو حاسد کو تو بھی ساتھ میرے آ، یہاں گڑتا



جو پروانے یا بلبل کی طرح مرنے سے ہنسم رہتا  
یہ سنگینی و سبکی تیری واعظ سب پہ کھل جاتی  
یہ رونا شمع کو اُسکے لئے تا صبح کیوں پڑتا ہے  
ترازے محبت میں اکرا کر کے تو ترپتا

نیاز آخر ترادل تحت رب العالمین ہوتا  
خس و خاشاک غفلت سے اگر یہ خوب سا جھڑتا

(۴)

لے دل جنابِ قدس میں تو کب سا ہوا؟  
گنجائشِ خیالِ طلسمِ جہاں کہاں؟  
دنیا کے پھیر میں ابھی تو ہے پھنسا ہوا  
آنکھوں میں جس کے جلوہ حق ہو بسا ہوا  
یہ بے طرح کا چور ہے دل میں دھنسا ہوا  
پکا جو ہے، طلا ہے، کسوٹی کسا ہوا  
معیارِ عشق پر زریہ تمّت لگا کے دیکھ

گھر کو تو اپنی ہستی کے ویران کر نیا ز  
ہستی سے حق کی پھر وہ رہے گا بسا ہوا

(۵)

کیا جانے کس کی گھات میں نکلا کسا ہوا؟  
اپنا تو ملک دل ہے کبھی سے اُجرٹ گیا  
وہ شوخ ہاتھ قتل جہاں پر رسا ہوا  
لیکن چراغِ داغ سے کچھ ہے بسا ہوا  
ممکن نہیں جو پھر بے، یہ گھر گرا ہوا  
ہر چند آہ و نالہ بہ صبح و مہسا ہوا  
اس غنچہ لب کو دیکھا ہے جس نے ہنسا ہوا  
کہہ کیا کرے گا دام سے تھپٹ کر پھنسا ہوا  
یا اُس کی بویں پیر میں اپنا بسا ہوا  
بن جی لئے جو نکلے یہ کافر دھنسا ہوا  
سو بار بیچ رہا جو یہ افی ڈسا ہوا  
مارا تھاری زلف کا ہرگز نہ بیچ سکے



ہوں میں نیاز مند جنابِ امیر کا اس واسطے میں صاحبِ فکر رسا ہوا  
 سن سن کے شورِ عشق کے حالات اے نیاز  
 ڈر ڈر کے دل بغل میں ہے جاتا دھنسا ہوا

(۶)

عشق میں آعجب مزا دیکھا  
 نکتہ "اَیْنِ مَآ" سے واقف ہو  
 بلکہ یہ بولنا تکلف ہے  
 دیکھتا آپ ہے، سنے ہے آپ  
 دید کی اپنے ہمتی اُسے خواہش  
 صورتِ گل میں کھل کھلا کے ہنسنا  
 شمع ہو کر کے اور پروانہ  
 کر کے دعویٰ کہیں انا الحق کا  
 تھا وہ برتر شام سے نیاز  
 پھر وہی اب شام دیکھا

(۷)

یار کو ہم نے جا بہ جا دیکھا  
 کہیں ممکن ہوا کہیں واجب  
 کہیں بولا "بلی" وہ کہہ کے "اَلَسْتُ"  
 کہیں ظاہر کہیں چھپا دیکھا  
 کہیں فانی، کہیں بقا دیکھا  
 کہیں بندہ، کہیں خدا دیکھا

۱۰ اشارہ ہے آیت کریمہ "اَیْنِ مَآ تَوَلَّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہ" کی طرف (یعنی تم جدھر بھی رخ  
 موڑو اسی طرف اللہ کا رخ ہے)۔ بیت المقدس کے بجائے خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز کا  
 حکم نازل ہونے کے وقت مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی۔



کہیں بیگانہ و ش نظر آیا  
کہیں ہے بادشاہ تخت نشین  
کہیں عابد بنا، کہیں زاهد  
کہیں رقص اور کہیں مطرب  
کہیں وہ در لباس معشوقاں  
کہیں عاشق نیاز کی صورت  
کہیں صورت سے آشنا دیکھا  
کہیں کاسہ لئے گرا دیکھا  
کہیں رندوں کا پیشوا دیکھا  
کہیں وہ ساز باجتا دیکھا  
کہیں بر سر ناز اور ادا دیکھا  
کہیں عیش و لذت کی صورت  
سینہ بریاں و دل جلا دیکھا

(۸)

مختارے دورے میں ہم نے ساقی عجب ہی دور شراب دیکھا  
ادھر تو واعظ گرا پڑا ہے، اُدھر کو زابد خراب دیکھا  
جو ایک تھپکی میں جڑ سے کل ہو، اور ایک قطرے سے ہوئے دیا  
تمام عالم میں تو نے ہمد، کوئی بھی مثل حباب دیکھا ؟  
وہ مست مئے خوار ادھر کو آیا، مگر یہ لایج ہے اُس کو لایا  
کہ میرے خوں کو شراب گلگوں، دل و جگر کو کباب دیکھا  
جن میں بزرگس کہیں ہے بیمار اُس کی آنکھوں کو دیکھ کر کے  
کہیں ہے زلفوں کے غم میں سنبل نے ہائے کیا بیچ و تاب دیکھا  
مختارے مکھڑے کو نیچے زلفوں کے دیکھ کر کیا مثال کہئے  
برائے گفتن مگر یہ کہئے کہ مہر زیرِ سحاب دیکھا  
نہیں ہے دھوکا کچھ اس میں اے دل! کہ یہ دھوکا طلسم عالم  
جو کچھ سنا تھا سو ہے فسانہ، جو کچھ کہ دیکھا، سو خواب دیکھا



نیا زالیسا وئی برحق کہ پیر و مرشد ہو اولیاء کا  
بتا تو اُمت میں اُس نبی کی کوئی بھی بن ہو تراب دیکھا

(۹)

جوں ہی آمد آمدِ عشق کا، مجھے دل نے مزہ سنا دیا  
خرد و حواس و شکیب نے وہیں کوس کُوج بجا دیا  
جیسے دیکھنا ہی محال تھا، نہ تھا اُس کا نام و نشان کہیں  
سو ہر ایک ذرے میں عشق نے ہمیں اس کا جلوہ دکھا دیا  
کروں کیا بیاں میں ہم نشیں، اثر اُس کی لطف نگاہ کا  
کہ تعینات کی قید سے، مجھے ایک دم میں جھڑا دیا  
مرے چکھنے کے لئے ایک جرعه بھی اُس شراب کا تھا بہت  
تو نے سیرِ حقیقی سے ساقیا، سیرِ خُم کو لے کے جھکا دیا  
مجھے عشقِ دل سے ہی کام تھا، نہ کہ استخوان کو چونکنا  
غضب ایک شیر کے واسطے، تو نے نیستاں کو جلا دیا  
ترہی نا صحابہ چناں چیں، کہ ہیں خود پسندی کے سب قریں  
نہ دکھائی دے گی تجھے کبھی، کہیں جو بھی کسی نے بھجا دیا  
رکھے ہیں نیا زلیہ اہل دل، ترے شعر سننے کا اشتیاق  
غزل ایک دوسری اور کہہ، تجھے حق نے فکرِ رسا دیا

(۱۰)

تو نے اپنا جلوہ دکھانے کو، جو نقابِ مخم سے اُٹھا دیا  
وہیں محو حیرت و بے خودی، ہمیں اُنکینہ سا بنا دیا



وہ جو نقشِ پا کی طرح رہی تھی نمود اپنے وجود کی  
سوکشش نے دامنِ ناز کی، اسے بھی زمیں سے مٹا دیا

کیا ہی چینِ خوابِ عدم میں تھا، نہ تھا زلفِ یار کا کچھ خیال  
سو جگا کے شورِ ظہور نے، مجھے کس بلا میں پھنسا دیا  
ذرا چھپ نگاہِ رقیب سے پڑی اُس گلی میں تھی میری خاک  
تو نے ایک جھونکے میں اے صبا، اسے بھی وہاں سے اڑا دیا  
رگ و پے میں آگ بھڑک اٹھی، پھنکے ہے پڑا بھی تن بدن  
مجھے سا قیامِ آتشیں کا یہ جام کیا بلا دیا ؟  
یہ نہال شعلہٴ حسن کا، ترا بڑھ کے سر بہ فلک ہوا  
مری کاہِ مہستی نے مشتعل ہو، اُسے یہ نشو و نما دیا  
جی بھی جا کے مکتبِ عشق میں، سبقِ مقامِ فنا دیا  
جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے، بھی ایک پل میں مٹا دیا

لغیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۹ ص ۱ وہیں حیرت و بخود دی نے آ مجھے آئینہ سا بنا دیا

لیکن مجموعہٴ نثر جلد دوم صفحہ ۲۸۹ پر یہ مصرع اسی طرح درج ہے ص ۱

وہیں محو حیرت و بخود دی، ہمیں آئینہ سا بنا دیا

۱۰ سے بجائے "نے" سخن شاعر صفحہ ۵۳۶۔ "نے" بجائے "سے" مجموعہٴ نثر جلد دوم صفحہ ۲۸۹

سے بجائے نے۔ گلشنِ بے خار صفحہ ۲۳۳

۱۱ "مجھے" بجائے "کیا ہی" سخن شاعر صفحہ ۵۳۶ و گلشنِ بے خار صفحہ ۲۳۳۔ دونوں  
تذکروں میں دوسرے مصرع میں "یہ" بجائے "سو" ہے۔

۱۲ مجموعہٴ نثر جلد دوم صفحہ ۲۸۹ پر یہ مصرع اسی طرح درج ہے لیکن دیوانِ نیاز مطبوعہ

کشوری ۱۹۳۷ء کے صفحہ ۴۴ پر یہ مصرع اسی طرح درج ہے ص ۱

جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے سو وہ صاف دل سے مٹا دیا



خانقاہِ حیات میں جس نے قدم پہلایا رکھا  
قابِ قوسین اُسکے آگے ایک ادنیٰ ہے مقام  
نقشِ مہستی مٹ گیا، نام و نشان سب اُٹ گیا  
سخت مشکل ہے دلا، پھر اُس کا آنا اس طرف  
دوسرا اُس کا قدم، پھر عرشِ بالا پر ہوا  
واں پہنچ کر کچھ نہ پوچھو، کیا سے کیا وہ ہو گیا  
صاف مطلع ہو گیا، جو کھا یہاں، واں کچھ نہ  
ورنہ ان مردوں میں سے جن کو مسیحائے جلا  
کیا ہی جی کو بھائی ہیں باتیں یہ تیری لائے نیاز  
قولِ حق تو ہم سمجھتے ہیں میاں تیرا کہا

معمور ہو رہا ہے، عالم میں نور تیرا  
اسرارِ احمدی سے آگاہ ہو سو جانے  
ہر آنکھ تک ہی ہے، تیرے ہی منہ کو پیالے  
جب جی میں یہ سمائی جو کچھ کہے سو تو ہے  
وحدت کے ہیں یہ جلوے نقش و نگارِ کثرت  
ازماہِ تابہ ما ہی سب ہے ظہور تیرا  
تو نورِ ہر شر ہے، ہر سنگِ طور تیرا  
ہر کان میں ہوں پاتا معمور شور تیرا  
پھر دل سے دور کب ہو، قرب و حضور تیرا؟  
گو سرِ معرفت کو پاوے شعور تیرا  
گر حرفِ بے نیازی، سرزدِ نیاز سے ہو  
پتیلے میں خاک کے ہے، پیالے غرور تیرا

اے دل کہیں نہ جائیو، زہن ہار دیکھنا  
خوہاں کا اس جہاں کے تماشا جو تو کرے  
نیرنگیوں سے یار کی حیراں نہ ہو جیو  
ائے دل قمارِ عشق میں ٹک دیکھو سنبھل  
گر نقدِ جاں طلب کرے، وہ شوخ دلربا  
اپنے ہی بیچ یار کا دیدار دیکھنا  
آئینہ دارِ طلعتِ دل وار دیکھنا  
ہر رنگ میں اُسی کو نمودار دیکھنا  
بازی نہ دیکھو ہار مرے یار دیکھنا  
انکارِ رواں نہ کیجیو زہن ہار دیکھنا



ہرگز دوا نہ کیجیو اس غم کی اسے نیاز  
سب راحتوں سے اس کو مزید ارب ویکھنا

## دلیف ٹ

(۱۴)

شکر غم آ پڑا اقلیم دل پر ٹوٹ ٹوٹ  
دیکھ کر نیرنگیاں تیری اسیران ملل  
ملک بجائے پاؤں کو سنبھلا ہوا گھر سے نکل  
کچھ بھی مجھ میں ہے مروت اے بت نا آشنا  
ہاتھ ہاتھوں کے کب آتی ہے میاں تیری کر  
گرم رورہ عدم کا ہوں اگر آوے تو آ

یاں ندائے الاماں تھی واں صدائے ٹوٹ ٹوٹ  
ملت و مذہب کی قیدوں سے گئے ہیں چھوٹ چھوٹ  
پٹ گیا کوچہ ترا شیشے دلوں کے پھوٹ پھوٹ  
تیری آنکھوں میں یہ ہستی بھری ہے کوٹ کوٹ  
جبکہ وہ رہ جائے شست نگہ سے چھوٹ چھوٹ  
سانس کو اب تک تو چھاتی ہیں کھلے ٹھوٹ ٹھوٹ

چل رہی ہے کارخانہ ہستی سو ہوم کا  
چل نیا زاب حق سے مل اپنی خودی سے چھوٹ چھوٹ

(۱۵)

رات تیری یاد میں اتنا میں رویا چھوٹ چھوٹ  
عقل دین کی نسبتیں تاب توں کی فکریں  
پیچ میں زلفوں کو اگر کب نکل سکتا ہے دل؟  
ہاتھ کو دنیادیں سے جھاڑ لے لے پھل و جدا  
پشتہ دیرا رہتی میں شکست و ریشختن  
کیا کروں رازدروں کو آگے چھپ سکتا نہیں

ٹوٹا پانی آنسوؤں کا آنکھیں میں ٹوٹ ٹوٹ  
یوں غنیم غم نے کیوں ویران ساری ٹوٹ ٹوٹ  
گرچہ بھاگتا ہے وہ پنجہ سے اجل کے چھوٹ چھوٹ  
مت ستانا حق زمین کو پاؤں اپنے کوٹ کوٹ  
گر بنا اپنی بنی چاہے بنا کر ٹوٹ ٹوٹ  
ضبط کر کے تھا چھپا یا اب تلک تر ٹھوٹ ٹھوٹ



جوش زن عشق کی شئی اب خُم دل میں نیا ز  
گہ ابل باہر گرے، گہ خُم سے نکلے پھوٹ پھوٹ

(۱۶)

اس تعین کی گرفتاری سے اے دل چھوٹ چھوٹ  
یہ سب ادیان و مل ہیں شاخہائے یک درخت  
جب تلک فردوسا پندارتیرے سر میں ہے  
لٹ رہا ہے گنج عرفاں بردر شاہِ عرب  
وہ جو تھے زندانِ ناسوتی کے مدت سے اسیر  
خدمتِ مرشد میں رہ جوں برگِ گل ہمراہِ قند  
آ، حبابِ آسا، بہ دریائے حقیقت ٹوٹ ٹوٹ  
ایک جڑ سے ہیں یہ نکلی ڈالیاں سب پھوٹ پھوٹ  
سرنش کی موگری سے سر کو اپنے کوٹ کوٹ  
دیکھتا کیا ہے دلا، چل و نول ہاتھوں ٹوٹ ٹوٹ  
آوج لاہوتی کو پہنچے اک نگہ میں چھوٹ چھوٹ  
فیضِ صحبت کب اٹھے جب تک نہ ملے ٹوٹ ٹوٹ

عالم بالا کو پہنچو گے کوئی دم میں نیا ز  
گر رکھا ایسا ہے، دُور آہ، دل میں گھوٹ گھوٹ

(۱۷)

آ غنیمت خانہ دنیا میں کیا، کی لوٹ لوٹ  
قاضی و ملا و مفتی، محتسب، ناہد، فقیر  
چشمِ بد سے دُور رکھو، کیا ہی آہ و تاب ہے  
دیکھ میرا خونِ اشک، اُس نے کہا شب بھکو دیکھ  
کیا ہی نازک ہے میاں، تیرا گلو، نامِ خدا  
تیرے بکنے پر مہنسی آتی ہے مجھ کو نا صحا !  
مٹے کئی دم جو رفیق اپنے گئے سب چھوٹ چھوٹ  
سب گئے دُورے میں تیرے میکدے کو چھوٹ چھوٹ  
ہونگی یہ آنکھیں بنائی موتیوں سے کوٹ کوٹ  
تیری آنکھوں میں گئی میری حنا سب چھوٹ چھوٹ  
ہے جھلکتا پان کا رنگ اس کے باہر پھوٹ پھوٹ  
اب تلک تھم تھم رہا ہوں منہ کو اپنے کوٹ کوٹ

ابو عاشق ہو چکے ہو گے، جو ہو، سو ہو نیا ز  
عشقِ طفلوں کی نہ ہو بازی کہ جاوے لوٹ لوٹ



# ردیف

(۱۸)

خاک کے پتلے نے دیکھ کیا ہی مچایا ہے شور  
عشق کے میدان میں آ، صورتِ انساں بنا  
سینے میں قلزم کو لے، قطرہ کا قطرہ رہا  
جب ہوا جلوہ گر، تحتِ خلافت اوپر

جن و ملک کے اوپر کر رہا ہے اپنا زور  
عاشقِ مولا ہوا، چاند کا جیسے چکور  
ہائے یہ وسعت تری، اُف رے سمندر کے چور  
عالمِ ملکوت کے اُڑ گئے ہاتھوں کے مور

دل میں ہم اپنے نیاز رکھتے ہیں سو طرح کے راز  
سوچھے ہیں یہ بھید اُسے جس کی نہ ہو چشمِ کور

# ردیف

(۱۹)

سمندرِ ناز کی جب سے اباگ دی ٹانگ چھوڑ  
جو خط جو ہری ممکن نہیں حکیم گئے  
کب اُس کی تیرنگہ کا کسی سے ہوا انداز  
کہاں تھی رات، کدھر تھی، نظر نہ آئی رات  
نہیں کو تیری نہیں ہے، نہ ہے کو تیری نہیں  
بھٹک رہا ہے تری کو دیکھانہ میں طفرہ

وہیں ٹھٹک رہی برہانِ سلمیٰ منہ موڑ  
تو اُس کی دیکھ کر کیا کرے گا توڑ اور چوڑ  
جہاں ہو پنجہ سو فار، بھال کا سر توڑ  
نقابِ زلف دیا شب جو اُس نے منہ پر چھوڑ  
زمانہ ٹوٹ پڑے، پر نہ پلٹے تیری ہوڑ  
دل ایسی کو لسنی کل ہے جسے تو لے ہے مروڑ

نیازِ شعرِ خیالی نہیں پسند عوام  
غزل کہو تو کھوٹک خیالِ بندی چھوڑ



(۳۰)

ہمارے شیشہ دل کو جو توڑتا ہے ، توڑ  
تو اپنی جو روح فاسے نہ در گذر پیارے  
محبت اپنی نہ ٹوٹے گی آپ کے توڑے  
یہ عشق ایسا چھلا وا ہے ، جسکے پھل میں دیو  
ہر ایک رات شب قدر سے ہو روشن تر  
جمال یار کے قابل نہیں مری آنکھیں  
میں ایک بات بھی تیری نہ مانوں اے واعظ  
چوئے ہے حضرت شبیر کے یہاں ریتی

پراسکو پھینکیو ملک اپنی رہ گذر کو چھوڑ  
میں اپنی مہر و وفا سے نہ ٹوٹ کبھی منہ موڑ  
ہزار گونہ اگر توڑے گا ، نہ لوں گا جوڑ  
دیوانہ ہو کہے ہے کس بلا کی مجھ پر کھوڑ  
گراپنے منہ کو وہ مہر و بہمت شب لے موڑ  
اب ان کو بند رکھوں میں ہمیشہ یادوں پھوڑ  
کہے جو ایک سے توڑے کے تابہ لاکھ کروڑ  
جو سرخ رنگ رنگا چاہے جا ، دلا لے لوڑ

اگر حقیقتِ عرفان کا ہے شور مچا  
نیا ز فکر سخن کر رہو مجاز کو چھوڑ

(۳۱)

حباب کی طرح اپنے تئیں بنا کے توڑ  
بدن کے توڑے ہوا ہی کے ساتھ نکلے گا  
تعینات کے نقطوں سے ہے کثیر احد  
صنم کو بوجہ برہن ، حرم کو مانے شیخ  
سوائے مہشی حق کے جو کچھ نظر آوے  
ازل سے لیکے ابد تک وہی ہے جو ہے سو ہے

طریق حق میں ہی توڑے ، خدا سے جوڑ  
خدا ہی نکلے جو دیجئے خودی کا بھانڈا چھوڑ  
وہی ہے ایک ، یہ دس ، سو ، ہزار لاکھ کروڑ  
یہ دونوں ایک ہیں مانوں کسے ، کسے دوں چھوڑ  
یقین جانو کہ یہ دو خیال کی ہے کھوڑ  
برنگ بکیر رواں ، جس میں ہے نہ توڑ ، نہ جوڑ

عبث ہیں شعر و سخن کے یہ جوڑ توڑ نیاز  
تو اپنے ذکر کی اور فکر کی طرف منہ موڑ



# ردیف ش

(۲۲)

جس یار کی ہو یاد میں گھر بار فراموش  
جو مرست ہیں تجھ درس کے لئے ساتی رشار  
گر بادہ تو حید پیئیں اہل مشارب  
پر دے کو طک اک منہ سے اگر یار اکھاڑے  
یہ چہرہ زیبا جو برہمن کبھی دیکھے  
گر کبک دری چال تری بانگی یہ دیکھے  
ہوتا ہے کوئی دل سے وہ دلدار فراموش؟  
ہو کیوں نہ اُنھیں خانہ خمار فراموش  
ہفتاد و دو ملت کی ہو تکرار فراموش  
ہو جاویں ز خود مردم ہستیا فراموش  
ہو جائے اُسے بُت کی پرستار فراموش  
رہ جائے اچک اور کرے رفتار فراموش  
جب دل میں کھنچا نیاز کے تجھ حسن کا نقشہ  
ہو کیوں نہ اُسے صورتِ اغیار فراموش

# ردیف ک

(۲۳)

غم کو طک کرتا ہے کم جریانِ اشک  
سوزِ دل سے پھنک گیا سب رختِ تن  
آہ آتش بار کے سخلوں کو دیکھ!  
گرتے گرتے تختِ گاہِ چشم سے  
کھنک رہے آنکھیں معدنِ نورِ بھر  
ہیں جواہر خانہ وہ آنکھیں نیاز  
جس سے نکلے ہیں دُرِ غلطانِ اشک  
طرفہ رکھتا ہے اثرِ دربانِ اشک  
اب ہے دستِ آستینِ دامانِ اشک  
آہ پل پل سوکھتی ہے حبانِ اشک  
پل کئے مٹی میں یہ خاقانِ اشک  
آج کل کچھ ہو گئی ہیں کانِ اشک  
ہیں جواہر خانہ وہ آنکھیں نیاز  
جس سے نکلے ہیں دُرِ غلطانِ اشک



(۲۴)

کیا بلا ہے ان دنوں طوفانِ اشک  
یا الہی زورِ گردوں سنبھال،  
پھنک چکے تھے ہم تو اے یار و ابھی  
جن کو آنکھوں میں سدا رکھتے تھے ہم  
تھیں یہ آنکھیں منظرِ ایوانِ تن  
کچھ نہیں ہوتا ہے رونے سے نیاز  
نغوبے گر ہو کوئی نازانِ اشک

## ردیف گ

(۲۵)

آتی ہے جب کہ نشہ توحید کی ترنگ  
آنکھوں میں اپنے جلوہ نیرنگ چھا گیا  
سینے میں میرے آہ دھواں سا اٹھنے ہے کچھ  
سب کر چکی ہے اپنی حریم تعلقات  
دریائے دل سے اٹھتی ہے موجِ الوہیت  
گر دابِ دل میں زورِ گردوں جو غرق ہو  
وسعت نہ ہوئے اسکے نیاز ایک ذرہ تنگ

(۲۶)

کس پیار کی نگاہ کا دل میں لگا خدنگ  
کیا طرفہ اجتماعِ نقیضین ہے حکیم  
مرگِ حیات اپنی ہوئیں دونوں ایک رنگ  
آنکھوں کے وہ لڑانے میں کھتا ہے صلح و جنگ



جور و جفا میں تیری ہمیں لطف تازہ ہے  
چشم سیہ کی تیری جو اس پر پڑی نگاہ  
داغِ جبیں پہ اپنے تو نازاں ہے زاہدا!  
ہیں تند خو، و سنگدل اے دل یہ نرم رو  
ہوتا ہو تنگ حوصلہ، کوئی ملول و تنگ  
ہندو ہو تیری آنکھ کو پوجے بُتِ فرنگ  
شاید ہمارے دشت کا دیکھا نہیں بلنگ؟  
نکلے ہے دل سے شمع کے دیکھو شرارِ تنگ  
بیٹھا جو ہے تو عشق کے دریا میں اے نیاز  
دیکھا نہیں ہے اس کی بلا کا لگر ہننگ

(۲۷)

دکھلا رہا ہے شاہدِ نیرنگ اپنے رنگ  
آتا ہے کس ادا سے وہ کافر بُتِ فرنگ  
سوئے میں نے لف کے ہیں جینا ہوا وبال  
بلبل کو شکل گل ہو چمن میں رُلا دیا  
تیر نگاہ یار میں جو زور توڑ ہے  
وہ پارسا ہیں دور میں تیرے خرابِ مست  
فرشِ نشیں ہے خاکِ نشینوں کا بستر  
خونِ جگر رواں ہے یہ مجرے چشم سے  
کہتے ہو تم نیاز جسے اشکِ سرخ رنگ

## رکیت ن

(۲۸)

دشتِ ہیمائی سے پہلے بیاباں نازاں  
چاک ہاتھوں کے جیبِ اشکوں سے ترے دامن  
اپنی پا پوش سے ہے خارِ مغیلاں نازاں  
جیبِ نازاں ہے یہاں، اور ہاں اماں نازاں



فخیر زنجیر جنوں ہے یہ تری پابندی  
 پھنس گئے دام میں اسکے جودل جان جہاں  
 تجھ سے تو بچھ نہ سکی آتش غم بھی لے ابرہ !  
 طمک ذرا ہوتی ہے کم وحشت دل رونے سے  
 رشتک میں ہیں مرے آنسو سے تھے دیر یتیم  
 اور مری قید سے ہے خانہ زنداں نازاں  
 کیوں نہ دجھی سے ہو زلف پریشاں نازاں ؟  
 کون سے کام پہ ہے تو اے ناداں نازاں ؟  
 ہے سزاوار جو ہوں دیدہ گریاں نازاں  
 مدت گہر ریزی پہ ہو بارش نیساں نازاں  
 ہیں دل و جاں مرے شاہ نجف پر قربان  
 لے نیا ز اسلئے ہیں میرے دل جاں نازاں

(۲۹)

کیا ہی پھونی بہار آنکھوں میں ؟  
 پھول کترے ہیں کیا عجیب و غریب  
 شیر مادر تھا یا شراب کہن  
 کچھ لڑمی جاتی ہے نگہ اپنی  
 چھوڑ کر سینہ شاید آیا ہے  
 وحدت ایسی ہوئی ہے جلوہ نما  
 ہم کو نقاش ہے نظر آتا  
 جس کو سمجھے تھے قطرہ ہے وہ نیاز  
 قلم بے کنار آنکھوں میں

(۳۰)

کچھ نہیں کھلتا مجھے میں کون ہوں صورت حیرت ہوں یا شکل جنوں ؟

لے مجموعہ نثر جلد دوم صفحہ ۲۸۹ پر یہ مصرع اس طرح درج ہے۔ صورت وحشت ہوں یا جنوں ہوں۔  
 مگر یہ کتابت کی تحریف معلوم ہوتی ہے کیونکہ "ہوں" ردیف و قافیہ ہے جسکی دونوں مصرعوں  
 میں تکرار محل نظر ہے۔ (مرتب)



عشق ہے سرمایہ دیوانگی  
 آہ طالع نے مجھے رسوا کیا  
 گر نہ بہتے سخت دل آنکھوں کی راہ  
 حسن جاناں جلوہ گر ہر شے میں ہے  
 کون پا سکتا ہے مجھ گم گشتہ کو  
 سحر کب پاتا ہے اس کو اور فسون؟  
 ورنہ پنہاں تھا مرا رازِ دروں  
 رنگِ اشک ایسا نہ ہوتا رشکِ خوں  
 دید میں اپنی نہیں کوئی زبوں  
 دین ڈھونڈھے آگے، یہ دُنیا ئے دُون

جس نے پہچانا ہے اپنے آپ کو  
 ہے نیاز اپنے قدم پر سرنگوں

(۳۱)

اگرچہ میں سیرِ بُتاں دیکھتا ہوں  
 بنے جس طرح، حق پرستی ہوں کرتا  
 جو رب الحرم ہے، صنم بھی وہی ہے  
 اسے برہمن اور اُسے شیخ مانے  
 ازل سے ابد تک جو کثرت ہے پیدا  
 و لے جلوہ حق عیاں دیکھتا ہوں  
 مگر خود پرستی زیاں دیکھتا ہوں  
 حرم دیر میں یکساں دیکھتا ہوں  
 یہ آپس کا جھگڑا یہاں دیکھتا ہوں  
 سو وحدت کا دریا رواں دیکھتا ہوں

نیاز اب کہوں کس سے رازِ حقیقت؟

یہ عالم سراپا گماں دیکھتا ہوں

کھلا اک غزل اور بھی ایسی کہیو  
 تجھے میں نصیح البیاں دیکھتا ہوں

(۳۲)

جدھر دیکھتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں  
 نہ تن دیکھتا ہوں، نہ جاں دیکھتا ہوں  
 خدا ہی کا جلوہ عیاں دیکھتا ہوں  
 تجھی کو پنہاں اور عیاں دیکھتا ہوں



اگر کوئی جانِ جہاں غیر حق ہے  
یہ جو کچھ کہ پیدا ہے سب عین حق ہے  
کہاں غیر ہے اور کسے غیر جانوں  
جسے ذاتِ بے رنگ و بے چوں کہے ہیں  
سو میں اس کو دھوکا گماں دیکھتا ہوں  
کہ اک بحرِ مستی رواں دیکھتا ہوں  
سو ہی افشِ کدھر ہے کہاں دیکھتا ہوں  
بہ ہر رنگ جلوہ کناں دیکھتا ہوں  
نیا ز آب ہونا توانی سے تو پیر  
ولے عشق تیرا جواں دیکھتا ہوں

(۳۳)

ملکِ خدا میں یا رو آباد ہیں تو ہم ہیں  
دیکھا پرکھ پرکھ کر آخر نظر پڑا یہ  
اپنا ہی دیکھتے ہو تم بند و بست یا رو  
پھیلا کے دامِ الفت گھرتے گھرتے ہم ہیں  
گھمراہے عشق بازی دن رات کھیل اپنا  
شادی و غم یہ دونوں اپنی ہی حالتیں ہیں  
کارگیری کی اپنی یہ سب مصوری ہے  
مستی کے کاغذوں پر اپنے ہی دستخط ہیں  
جو کچھ کہ یہ گڑھت ہے سو ہے مہوئی اپنی  
روئے زمیں کے اوپر مانند گردِ بادی  
تعلیم اور تعلم سب ہے نیا ز اپنا  
شاگرد ہیں تو ہم ہیں استاد ہیں تو ہم ہیں

(۳۴)

یہ تیری جلوہ گریاں آنکھوں میں چھا رہی ہیں  
پیاری داییں تیری دل میں ہمار ہی ہیں



اودھرتو زلفیں کھنچیں دل اپنی ہی طرف کو  
 غمزنے کے لشکروں کو اپنا ہی طنطنہ ہے  
 سوئے چمن ہوا ہے، شاید گزر بھٹارا  
 گھل جائیں تیری نرگس! آنکھیں جو دیکھے اسکو  
 محرابِ سجدہ کہئے، یا تیغ اُن بھوؤں کو  
 اعجاز کر رہی ہیں، ناز و ادائیں تیری  
 بھاتا نہیں ہے کوئی تجھ پر نیاز کو آب  
 تیری پیاری باتیں اُس کو بھا رہی ہیں  
 لاکھوں ہی سر جو آگے اپنی جھبکار ہی ہیں  
 وہ قتل کر رہی ہیں اور وہ چلا رہی ہیں  
 تیری پیاری باتیں اُس کو بھا رہی ہیں

کیونکر نیاز مانے اور وہ کی خوش کلامی  
 اس کو تو پیاری باتیں پیائے کی بھا رہی ہیں

(۳۵)

رواں آنکھوں سے ہے سیلابِ گلگوں  
 جو شیریں تجھ کو دیکھے کوہ کن ہو  
 یہ دل وہ نیرِ خاکی ہے یارو  
 ترے آئینہ رخ کی صفا دیکھ  
 الہی چشم ہے، یا چشمہ خوں  
 اگر لیلیٰ ہو، یاں ہو جائے مجنوں  
 بلا گرداں ہے جس پر ہر گردوں  
 تحیر میں ہے اشراقِ فلاطوں  
 علیٰ مرتضیٰ ختم الرُّسل ہے  
 نیاز ایسے ہیں جوں موسیٰؑ کے ہاروں

(۳۶)

کافرِ عشق ہوں میں بندہ اسلام نہیں  
 عشق میں پوجتا ہوں قبلہ و کعبہ اپنا  
 بُت پرستی کے سوا اور مجھے کام نہیں  
 ایک پل دل کو مرے اُسکے بن رام نہیں

۲۵ اب متروک ہے یعنی ادھر

۲۵ اب متروک ہے۔ یعنی ادھر



ڈھونڈھتا ہے تو کدھر یار کو میرے ماہ!  
 بوالہوس عشق کو تو خانہ خالی مت بوجھ  
 پھانسنے کو دلِ عشاق کے الفت بس ہے  
 کام ہو جائے تمام اس کا پڑے جس پہ نگاہ  
 ابر ہے جام ہے مینا ہے مئے گلگوں ہے  
 ہائے رے ہائے چلی جاتی ہے یہ فصل بہار  
 جان جاتی ہے چلی دیکھ کے یہ موسم گل  
 دل کے لینے ہی تلک نہر کی تھی ہم پہ نگاہ

رات دن غم سے ترے ہجر کے لڑتا ہے نیاز

یہ دل آزاری مری جان! کھلا کام نہیں

(۳۷)

عاشق زار ہوں میں طالبِ آرام نہیں  
 بے سرو پائی سے عشاق کو خطرہ کیا ہے  
 نشہ چشم سے ہوں ساقی تو حیر کی مست  
 بوالہوس پاؤں نہ رکھو کبھی اس راہ کے بیچ  
 بے نہایت ہے کہ پایا نہیں جس کا پایاں  
 عالمِ عشق کی دنیا ہی نرانی دیکھی،  
 زاہدا! حال مرادیکھ کے حیراں کیوں ہے؟  
 ساقی مست کے دیدار کا سرشار ہوں میں

عار کیا ہے تجھے لوگوں کی ملامت سے نیاز

عاشقوں میں تو اکیلا ہی تو بدنام نہیں



نیستی نیستی ہے یارو، اور مستی کچھ نہیں  
 لامرکاں کی منزلت پاتا ہو کب کون مکان؟  
 کچھ نہیں سب کچھ یارو، اور سب کچھ کچھ نہیں  
 کچھ نہیں، وہ جسے کہتے ہیں پستی اے میاں  
 بخودی مستی ہے یارو، اور مستی کچھ نہیں  
 ”ہو“ کے ویرانے کے آگے، ہے گی بستی کچھ نہیں  
 تفت ہر اس مستی پہ اے ہمد، یہ مستی کچھ نہیں  
 فقریں پستی ہی ہو، اور پستی کچھ نہیں  
 بندگی اور حق پرستی کچھ نہ ہونا ہے نیاز  
 کچھ نہ ہونے کے سوا، اور حق پرستی کچھ نہیں

## دلالت و

(۳۹)

مدرسے میں عاشقوں کے جس کی سبم اللہ ہو  
 یہ سبق طولانی ایسا ہے کہ آخر ہو، نہ ہو  
 دوسرا پھر ہو سبق، علم الفنا کا انتفاع  
 دور آگے تب چلے، جب جوڑ بیچھے ہو درد  
 تیسرا اُس کا سبق ہے پھر کے آنا اس طرف  
 وہ بھی عاجز ہو گئے مشکل ہے جن کا ربط و ضبط  
 حضرت عشق آپ ہو ویں گے مدرس چند روز  
 اک توجہ آپ کی وافی و کافی ہے ہمیں  
 اے نیاز اپنے توجہ کچھ ہو، تمہیں ہو بس فقط  
 حضرت عشق آپ ہو اور آپ ادام اللہ ہو



(۴۰)

دیکھا نہ ہو گرتے خدا، دیکھ لو یارو!  
 کس ہاتھ کے ہو تم بنے، اے نقش و نگارو!  
 اے بلبلو! سب مل کے چلو، جی کو نثارو!  
 اے عقل و خرد! اب چلو باہر کو سدھارو  
 وا عطا جو ملے، اُس کے عمامے کو اتارو  
 لو، اپنی بہشتوں کو تمھیں سر سے تیارو!  
 دھڑا دیو، اُس یار کے دروازے پہ چارو  
 آتے ہو کہاں سے اٹھ، اے گرد و غبارو

وہ یار ہے میرا، ارے او دیکھنے ہارو!  
 اس نقشے کی تصویر بنی ہے نہ بنے گی  
 ہے شاہدِ گل جلوہ نما تحتِ چین پر  
 در ملکِ دلم شاہِ جنوں لائے ہیں تشریف  
 ٹھانی ہے یہاں مُبجیوں نے آج یہ دل میں  
 ہم آگ میں جلنے سے بہت راضی ہیں ناصح!  
 اے چشم و جگر! بل کے سینہ و دل ساتھ  
 کس دل کی عمارت ہوئی ہے آج یہ مسمار

کہتا ہے نیاز اور غزل اسی سنو، ایک  
 کانوں کو ادھر رکھ کے ذرا حسن ستارو!

(۴۱)

پکڑے ہیں کئے اپنے کو، لو، گردنیں مارو  
 وہ یار بُرا لے ہے، گرو، رو، پکارو  
 ثابت رہو، طک عشق میں، ہمت کو نہ ہارو  
 دوں تمھو! آ کے نہ یہاں ہاتھ پیارو  
 کیوں آتے ہو جھک جھک مری آنکھوں میں خارو!  
 کیدھر سے نکل آئے تم اے ہجر کے خارو!؟

ہم جرمِ محبت کے گنہ گار ہیں یارو!  
 مشکل ہیں جو چپ رہتے ہیں، جی ہو وہ بھل  
 گر راحت و آرام کیا، جانے دو اے دل!  
 جزِ رخت بھلائی کے، فلک سے نہیں بہتر  
 نظروں میں تو ہے ساقیِ مست، قدحِ نوش  
 سیرِ چینِ حسن میں کیا حسن و مزہ دکھا؟

۱۰ یعنی دیکھنے والو (مرتب)

۱۱ شاعر نے نثار کرنا سے "نثارو" نیا فعل بنایا ہے۔ انگریزی زبان میں اسم و صفت سے فعل بنانے  
 کی بہ کثرت مثالیں ملتی ہیں لیکن اردو زبان میں ایسے تجربات نثار و نادر نظر آتے ہیں۔ (مرتب)

۱۲ یعنی کدھر؟ (مرتب)



جیتک نہیں وہ شوخ، تمہیں دیکھتے تب تک  
 چھوٹے نہ سماتے تھے، کہیں انگ میں اپنے  
 خورشید کے نکلے پہ، کہاں ہو گے ستار و؟  
 آتی ہے خزاں، رہیو خبردار، بہار و!  
 لے شاہِ نجف! ہوں میں نیاز آپکے گھر کا  
 بگڑے مرے سب کام، تمہیں آن سنوار و

(۴۲)

عیش و نشاطِ زندگی، چھوڑ دیا جو ہو، سو ہو  
 اپنے تو اب نہیں ہے ہوش بجا، جو ہو، سو ہو  
 اسکو خدا پہ چھوڑ دو بہرِ خدا، جو ہو، سو ہو  
 جامِ شرابِ بخودی، اہو پیا، جو ہو، سو ہو  
 رختِ وجودِ جان و تن، کچھ نہ بجا، جو ہو، سو ہو  
 آنکھوں کے سامنے عیاں، دلیں بسا، جو ہو، سو ہو  
 ناز و ادا سے مسکرا، کہنے لگا، جو ہو، سو ہو  
 صبحِ عدم ہوئی نمود، پاؤں اٹھا، جو ہو، سو ہو

عشق میں تیرے کوہِ غم سر پہ لیا، جو ہو، سو ہو  
 پوچھو نہ مجھ خراب سے یا رو، صلاحِ کارِ غم  
 مجھ سے مرین کو طبیب ہا تھ تو اپنا مت لگا  
 عقل کے مدیسے سے اٹھ، عشق کے میکدہ میں  
 لاگے کی لگتے ہی پنبہ منط وہ جل گیا  
 دیدہ و دل بہم ملیں، ایک ہی سوچہ پوچھ میں  
 ہجر کی جب مصیبتیں عرض کیں اُسکے روبرو  
 ہستی کی اس سرانے میں، رات کی رات جو بے

۱۔ جن بے نظیر جلد دوم صفحہ ۲۳۸ مطبوعہ نوکتور لکھنؤ ۱۹۲۷ء (دسواں ایڈیشن) و مجمع الاشعار مطبوعہ  
 نوکتور لکھنؤ ۱۹۹۷ء (چھٹا ایڈیشن) صفحہ ۸۵

۲۔ جن بے نظیر جلد دوم صفحہ ۲۳۸ مطبوعہ نوکتور لکھنؤ (جامِ فنا و بخودی اہو پیا جو ہو سو ہو) و مجمع الاشعار  
 مطبوعہ نوکتور (جامِ شرابِ بخودی اہو پیا جو ہو سو ہو) و سخن شعرا صفحہ ۵۳۴  
 (جامِ فنا و بخودی اہو پیا جو ہو سو ہو)۔

۳۔ لاگ کی آگ لگ اٹھی پنبہ منط یہ جل اٹھا رختِ وجودِ جان و تن کچھ نہ بجا، جو ہو سو ہو  
 جن بے نظیر جلد دوم صفحہ ۲۳۸۔ راگ کی آگ لگ گئی پنبہ طرح سا جل گیا۔ مجمع الاشعار صفحہ ۸۵  
 ۴۔ جب — مجمع الاشعار صفحہ ۸۵۔ سب — جن بے نظیر دوم صفحہ ۲۳۸۔ جو —  
 دیوانِ نیاز مطبوعہ کسوری ۱۹۳۷ء صفحہ ۵۳



دنیا کے نیک و بد سے کام، ہم کو نیاز کچھ نہیں  
آپ سے جو گذر گیا، پھر اسے کیا، جو ہو سو ہو

(۴۳)

عشق سا تلہ کیوں آجھے ہر آن تو؟  
صبر و قرار و شکیب تاب تو ان عقل و دیں  
دیکھا نہیں ہے ہنوز چہر و رخسار کو  
جلوہ فروشی نہ کر، گل سے پوچھ لے نسیم  
غم نے تو ہمد بگاڑ دی مری سب حیثیت  
تو تو کہیں سینہ صاف اس درد نداں ہے  
میرے تو آرام کا، لے گیا سامان تو  
سب نے تولی اپنی راہ، رہ گئی کیوں جان تو؟  
کس کو تکے ہے بھلا، دیدہ حیران تو؟  
درد میں کس کے ہوئی، چاک گریبان تو؟  
مانوں مجھے میں اگر، لے مجھے پہچان تو  
شرم سے کیوں غرق ہے اب درغلطان تو  
پوچھے ہے ہر ایک سے کس کا ہے عاشق نیاز  
تجھ کو نہیں ہے خبر، ایسا ہے اسجان تو؟

(۴۴)

افسانہ مرے درد کا اس یار سے کہہ دو  
جھکتا نہیں یہ دل طرف قبلہ عالم  
فرقت کی مصیبت کو دل زار سے کہہ دو  
محراب ختم ابروئے دلدار سے کہہ دو

۱۔ مجمع الانشعار صفحہ ۸۵ وچن بے نظیر دوم صفحہ ۲۳۸  
۲۔ مجموعہ نثر جلد دوم صفحہ ۲۸۹ و سخن شعرا صفحہ ۵۳۶ صبر و قرار شکیب، طاقت و تاب تو ان۔  
اور تو سب مجھے رہ گئی اک جان تو۔ گلشن بنجار مطبوعہ نو لکھنؤ ۱۹۱۷ء صفحہ ۲۳۳  
صبر و قرار اور شکیب تاب تو ان عقل و ہوش سب نے تولی اپنی راہ رہ گئی ایک جان تو  
دیوان نیاز مطبوعہ ۱۹۳۷ء صفحہ ۵۳۔  
۳۔ مجموعہ نثر جلد دوم صفحہ ۲۸۹۔ دیوان نیاز کے دسویں ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۳۷ء میں صفحہ ۵۳ کے  
حاشیہ پر یہ شعر اس طرح درج ہے  
پوچھے ہر ایک سے کس کا ہے عاشق نیاز  
تجھ کو نہیں کچھ خبر ایسا ہے اسجان تو



اک تو ہی نہیں، میں بھی ہوں ان آنکھوں کا مارا  
 سسکے ہے پڑا جی تری مڑکاں کا یہ گھائل  
 میں عشق کے ملت میں ہوں اے شیخ و برہمن  
 کیا جوش میں ہے اب مئے وحدت خمِ دہلیس  
 اے اہل نظر زکس بیمار سے کہہ دو  
 تیرنگہ دیدہ خونخوار سے کہہ دو  
 جا، عشق مرا، سبھ و زنا سے کہہ دو  
 اے بے پڑی، رومی عطا سے کہہ دو  
 بولوں ہوں، انا اللہ، مہر سے کہہ دو  
 مشکل جو نیاز آئے تھیں فقر میں درپیش  
 جا، شاہِ نجف، حیدر گراؤ سے کہہ دو

## ردیف

(۴۵)

دکھلائے داغِ دل نے گلستاں نئے  
 جو رہتاں سے مجھ کو الہی! بجایو  
 وحشت دکھاری ہے بیاہاں نئے  
 پیدا ہوئے ہیں جان کے خواہاں نئے  
 لاؤں کہاں سے روز گریباں نئے  
 کافر نئے ہیں، مسلمان نئے  
 کس طرح ہو گزر درجاناں پہ اے نیاز؟  
 درباں نئے ہیں، نگہباں نئے

۱۔ وہ یہ غزل جن بے نظر جلد دوم صفحہ ۲۵۸ نیز مجمع الانشعار صفحہ ۹۲-۹۳ سے نقل کی گئی ہے  
 لیکن دیوانِ نیاز مطبوعہ نو لکھنؤ ۱۹۳۷ء میں نہیں ہے۔

۲۔ اُس طرح ”بجائے“ ”ان دنوں“ جن بے نظر دوم صفحہ ۲۵۸  
 ۳۔ یہ شعر جن بے نظر دوم صفحہ ۲۵۸ پر ہے لیکن مجمع الانشعار میں موجود نہیں ہے۔  
 ۴۔ جن بے نظر دوم صفحہ ۲۵۸ و مجمع الانشعار صفحہ ۹۳ (مرتب)



(۴۶)

چھوڑو مجھے بے خود مرا آرام یہی ہے  
 بیکار و مُعطل ہی رہوں کارِ جہاں سے  
 لے سر سے قدم تک ہوں جلا ستم کے مانند  
 کافر ہوں جو میں اپنے تئیں جانوں کہ میں ہوں  
 سوچھے نہیں دن رات ترے دھیان میں پیار  
 بے نام و نشان رہنے دو، بس نام یہی ہے  
 ہمید میں اپنی تو بڑا کام یہی ہے  
 شاید کہ میان عشق کا اسخام یہی ہے  
 جو کچھ ہے، سو تو ہے، مرا اسلام یہی ہے  
 اپنی تو مسخر ہے یہی اور شام یہی ہے

کہتے ہیں نیاز آپ کو اس شکل مری میں  
 یہ سچ ہے کہ تو پاک بیاں نام یہی ہے

(۴۷)

صنم ہے، گل بدن ہے، مرہ جبیں ہے  
 وہ سب جا ہے، وہ کس جا کہ نہیں ہے  
 گہلا اوٹھر کو پھر ایدھر نہ آیا  
 مرے اشکوں کا اور نالوں کا شاید  
 ہلا کہئے وہ کیا کیا کچھ نہیں ہے  
 غرض اس کو جہاں دیکھو، وہیں ہے  
 عجب کوچے کی تیرے سر زمین ہے  
 زمین و آسماں عرش بریں ہے

نہ ہو جس کے مقابل حور و غلماں  
 صنم نامِ خدا، وہ ناز نہیں ہے

(۴۸)

غمِ خدائی کو ہم جانیں، یا خدا جانے  
 مریضِ عشق کا درماں عبت کرے ہے تو  
 صبا اگرچہ شکفتہ کرے ہزاروں گل  
 بلا کشوں پہ جو گزے، تری بلا جانے  
 دوا ہماری ارسطو! کھلا تو کیا جانے؟  
 اس ایک غنچہ دل کو وہ کب کھلا جانے؟

۱۔ اس غزل کے پانچوں اشعار جن بے نظیر دوم صفحہ ۲۸۲ نیز مجمع الانشعار صفحہ ۹۹ سے نقل کئے گئے ہیں  
 دیوانِ نیاز مطبوعہ نولکشور (۱۹۳۷ء) میں یہ غزل نہیں ہے۔ (مرتب)



اُٹھاری ہے جفا تیری اپنے در سے مجھے  
 میں اُٹھ تو جاؤں، اگر وہ مری وفا جانے  
 بڑا ہو جس کو سروکار عشق سے آ کر  
 وہ جیتے جی یہاں اپنے تئیں مٹا جانے  
 کسی نے آنکھوں سے دیکھا ہے بن جبا کوئی  
 کہ آپ آپ پلک مارتے مٹا جانے  
 نیاز منزل مقصود کو وہی پہونچے  
 جو کوئی شاہِ نجف اپنا رہنا جانے

(۴۹)

جب بردِ دل حضرتِ عشق آن پکارے  
 گوشہ ہوئی عقل اور ہوئے اوسان کنائے  
 بازی وہی لے جائیگا اس کھیل میں لے دل  
 جو پہلے کٹا مہرہ جان اپنی کو ہارے  
 گر حسن میں ہم سر ہیں تھکائے مہ و خورشید  
 دن رات یہ کیوں ہوتے ہیں قربان تھکائے  
 جو سلسلہ زلف کے ہیں دست گرفتہ  
 پھرتے ہیں سرِ اسیمہ پریشان بیچارے  
 پیکل مائے ڈوبے ہے ابھی زورِ گردوں  
 طوفاں پہ ہیں یہ دیدہ گریان ہمارے  
 گر رستم و سہراب ہیں ایسے ہی دلاور  
 ہو دیں تو کھلا عشق کے میدان میں اتارے  
 کل دورہ مجنوں تھا نیاز آج ہے اپنا  
 نوبت کے بجے بر سرِ دورانِ نقارے

(۵۰)

مری آنکھوں میں اگر ایسی ہی تری نت کو جلوہ گری رہی  
 تو ہمیشہ کو ہمیں آپ سے یوں ہی یارِ ابے خبری رہی  
 ارے آہ! تیرے ہنار سے کبھی کچھ نہ برگ و ثمر بلا  
 نہ پھلے نہ پھولے یونہی تو ہمیشہ بے ثمری رہی  
 جو یہ جوشِ سیلِ سرشک کا کوئی روز ایسا بنا رہا  
 نہ بدن میں نام کو نم ملی نہ دکھائی دیگی تری رہی



ابھی ڈس کے گئی ناگنی زلف کی، مجھی سے یہ ہائے ٹکر گئی  
 مری مرگ آنکھوں میں سر لگا دیکھو آپ کیسی بری رہی؟  
 جلی بادِ گرم فراق کی، جلا سب وجود نیاز کا  
 مگر ایک عشق کی کشتِ غم جسے کہتے ہیں سوہری رہی

(۵۱)

آتے ہی اُسکے سامنے یوں آپ سے ہم چل بسے  
 عہدِ وفاقت بس گیا تھا، لیک اب بھنا نہیں  
 عقل و خرد اِمان و دیں، صبر و شکیب آرامِ دل  
 اے ہم نشینو! تم کہو، کیا لطف ہے اس زلیست کا؟  
 سوج کا چہرہ دیکھتے جیسے کہ شبنم چل بسے  
 پیچھے باج تلبے غم اور ہم تو اُس دم چل بسے  
 جو کچھ کہ تھے کہ وہ زندگی کے رکنِ عظم چل بسے  
 جب ہم اکیلے رہ گئے، وہ اپنے محرم چل بسے  
 چلے نیاز اب اُس جگہ، اُس کا تماشا کیجئے  
 اپنے ہزاروں میں جہاں پڑیا روہدم چل بسے

(۵۲)

جب چھوڑ کر تنہا مجھے وہ یار، ہدم چل بسے  
 اپنا اندازِ زندگی اب رہ گیا ہے غم ترا  
 طہکِ مخلصی بلبِل کو دے، صتیا د جاتی ہے بہار  
 دنیا سر اسی نہیں، آکر جہاں رہ جائے  
 عقل و قرار و ہوش و دل سب مل کے باہم چل بسے  
 پھر تو وہ پوری موت ہے، بارے اگر غم چل بسے  
 پھر چھوڑنا کیا لطف ہے جب گل کا موسم چل بسے  
 بس شب کی شب آئے ہے اور پھر گجر دم چل بسے  
 اب تو چلو ملکِ بقا کی سیر دیکھو اے نیاز  
 دیکھو تو کیا کیا ہے وہاں، عالم کے عالم چل بسے

(۵۳)

دھیان اپنے کو نہ خاک کے افلاک سے باندھے  
 گرجلوہ گریار نہ ہو، آئینہ دل  
 عرفان اگر چاہے دل پاک سے باندھے  
 پھر اُس کا تصور کوئی، کس تاک سے باندھے



ہے کاسہ سرا پنا ملبب تری بو سے  
 فخر اپنے مشک کا فلک چاہے سو کر لے  
 ہر چند نظر باز ہے یہ نر گس شہلا  
 صحرائے شکار اس کے میں بیٹھا ہوں بہ امید  
 بخت جگر و دل سے جو بندھا نہیں ہوتا  
 تنے کی فقط تاک کا ہوں یار و گنہ گار  
 جوڑے کو جو وہ نازیں باندھے تو ہے لازم  
 مانی طے ہماری وہ بنا کر کے بگولے  
 اس چرخ سے کیا رکھے کھلا چشم نکوئی

بہتر ہے نیاز آپ کو تورشتہ خلاص  
 ہر ایک سے توڑے شیر لولاک سے باندھے

(۵۴)

مجھے بخودی یہ تو نے بھلی چاشنی چکھائی  
 نہ حذر ہے نہ خطر ہے نہ رجاء ہے نہ دعا  
 نہ مقام گفتگو ہے نہ محل جستجو ہے  
 نہ نیکین نہ مکاں ہے نہ زمین نہ زماں ہے  
 نہ وصال ہے نہ ہجران نہ سرور ہے نہ غم ہے  
 من تو اٹھے جہاں ہوں سو میں بھی ہاں ہوں  
 کسی آرزو کی دل میں نہیں اب رہی سمائی  
 نہ خیال بندگی ہے کہو جی میں کیا سمائی  
 نہ وہاں جو اس پہنچیں نہ خرد کو ہے رسائی  
 دل بینو نے میرے وہاں چھاؤنی ہے تھیائی  
 جسے کہیے خواب غفلت سو وہ نیند مچھکوائی  
 جو دوئی کے تھے لازم سو رہائی اُن سے پائی

یہاں میں رہا ہوں جب تو سخن نیاز بولوں  
 سنو گے زبان نئے سے وہی جو کہے گا نائی



(۵۵)

ستارے نہیں یہ شبِ تار کے  
مبارک رہے تجھ کو واعظ بہشت  
جو دیکھے تجھے اے مرے رشکِ گل  
صفائی ترے سلکِ دنداں کی دیکھ  
عجب کیا جو تشریف لاؤ ادھر  
کہاں فصلِ گل ہے کہاں وہ بہار

غزل اور ایسی ہی کہیو نیاز  
کہ مشتاق ہیں تیرے اشتعار کے

(۵۶)

چھٹا ہاتھ سے چشمِ خو خوار کے  
یہ جنبشِ جوا برو میں ہے یار کے  
یہ دن رات ہیں یا کہ ہندو ترک؟  
کھلی آنکھ پیتے ہی وحدت کا جام  
خوشی کا عالم ہے اپنا مقام  
جو آزاد ہیں کفر و اسلام کے

یہ دل بے بہا جنس ہے اے نیاز  
بہا، مت اُسے بن خریدار کے

۱۔ ”سجہ“ پر سکتہ ہے۔ شاعر نے اُسے ”سج و زنا“ کہہ کر موزوں کیا ہے۔ فنی نقطہ نظر سے

(مرتب)

یہ ”عیوب لفظ“ میں داخل ہے۔



جو ہیں آشنا میرا سرار کے اندھیرا، اُجالا، نہاں اور عیاں  
 بہار و خزاں، ہم پہ ہے ایک ساں  
 راہ کی نہیں جانتے رسم و راہ  
 بنا نورِ مہتی کی ہے، گنج و صل  
 کہاں سے کہاں لے کے پہنچا یہ دل  
 کہاں سے کہاں لے کے پہنچا یہ دل  
 نہیں قیس و فرہاد سا، میں نیاز  
 کہ ہوں گردِ صحرا و کہسار کے

منہ اپنا جو تو نے دکھایا مجھے  
 بسا میری آنکھوں میں تو اس قدر  
 کہاں تک کہوں نطف و حسانِ عشق؟  
 یہاں تک دیا مجھ کو حسنِ عروج  
 میں قربان ہوں تیری نظروں کے یار  
 کہاں میں، کدھر بخودی کا مقام؟  
 وہاں سے یہاں، تو ہی لایا مجھے  
 نیاز اب یہی ہے دُعا کے طلب  
 رکھ اپنا ہی بندہ خدایا مجھے

یہ جو ہے کون مکان، یا رویہ ہے سب لاشیئے  
 جسکو کہتے ہو جہاں، یا رویہ ہے سب لاشیئے

لے شاعر نے "گمایا" بجائے "گم کیا" استعمال کیا ہے۔ یہ ایک نیا تجربہ ہے۔ (مرتب)



گرچہ بے نام و نشان کا ہے یہ سب نام و نشان  
 نہ تصور میں حق آوے، نہ بیاں کر سکے عقل  
 سو جھٹا ہے وہی، جو کچھ کہ تصور بندھ جائے  
 "ما عرف فناءک" کہیں صاحبِ کلاک جہاں  
 پر یہ نام اور نشان، یا رویہ ہے سب لاشیئے  
 چہ تصور، چہ بیاں، یا رویہ ہے سب لاشیئے  
 حق جسے کہتے، وہاں، یا رویہ ہے سب لاشیئے  
 بس وہاں وہم و گماں، یا رویہ ہے سب لاشیئے  
 نہ تو کچھ بولو، نہ دیکھو، نہ سنو، مثلِ نیاز  
 دیدہ و گوش و زباں، یا رویہ ہے سب لاشیئے

(۴۰)

روٹھا ہوا وہ پیارا اگر اپنے سے من جاوے  
 یہ سوزِ دووں ٹھکڑ، کچھ پھونکے ہی ڈالے ہے  
 بونا جھٹا ہے، اس طفلِ سرشک اوپر  
 میں جاں بے ک یا ہوں، اس سحر کے ہاتھوں سے  
 بگڑا ہوا کھیل اپنا، اک آن میں بن جاوے  
 آ، جانی! گلے لگ جا، توجہ کی جلن جاوے  
 یوں آنکھوں میں پل پل کے جا خاک میں جاوے  
 یا آ، ملے وہ دلبر، یا جی کی جلن جاوے  
 عاشق ہو نیا ز اس پر کھل پھاٹے گریباں کو  
 گریہ کو گلشن کی، وہ غنچہ دہن جاوے

(۴۱)

کہتے ہیں جس کو عشق ہمارا ہی نام ہے  
 گر پھونک دوں جہاں کو تو کچھ عجیب نہیں  
 ہوش و خرد سے ہم کو سروکار کچھ نہیں  
 منزل ہمارے پاتے ہیں کب شیخ و برہمن  
 شور و فغاں کی اپنی مچی دھوم دھام ہے  
 میں آگ کا بھبھوکا ہوں، میرا یہ کام ہے  
 ان دونوں صاحبوں کو ہمارا سلام ہے  
 اسلام و کفر سے پرے اپنا مقام ہے

۱۔ حدیث نبوی: مَا عَرَفَ فَنَاءَكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ

۲۔ لَوْلَاكَ لَمَا طَلَعَتِ الْاَدْلَاكُ آیتہ کریمہ

۳۔ یعنی کچھ نہیں۔ ہر شے کی نفی سے ذات حق کا اثبات ہوتا ہے۔ (مرتب)



دیر و حرم میں اور کلیسا کنشت میں      بھرتا ہمارے یار کا دم، ہر کد ام ہے  
 پراک نیاز اپنے سے ہم راز ہے، کہ وہ  
 شاہِ نجف، امیر عرب کا غلام ہے

(۶۲)

میں وہ کوئی ہوں، جس کا خدائی میں نام ہے  
 عالم میں میری جلوہ نمائی کا ہر طرف  
 خلقت کے کان پر ہیں کسی ذکر سے ہوئے  
 جس دل میں دیکھئے تو ہماری ہی چاہ ہے  
 ہر سر کے بیچ اپنا ہی سودا ہے بھر رہا  
 دیکھا ہے جس نے حسن ہمارا بہ چشمِ دل  
 حاضر ہے بندگی میں ہماری تمام خلق  
 کہتے ہیں جس کو حسن سو مجھ پر تمام ہے  
 غوغا ہے، غل، شولہ ہے اور دھوم دھام ہے  
 ہر ہر زبان پر یہی بات اور کلام ہے  
 جو آنکھ ہے، سوتک ہی ہم کو مدام ہے  
 اپنی تڑپ میں نشہ و رنگ ہر کد ام ہے  
 خوبیاں سے اس جہان کے کیا سکوکام ہے  
 از عرش تا بہ فرش سب اپنا غلام ہے  
 رکھتا ہے ہم سے ہر کوئی راز و نیاز شیخ  
 پر کچھ نیاز اپنا مدار المہام ہے

(۶۳)

سرزمینِ چشت کی آب و ہوا کچھ اور ہے  
 دین و دنیا سے نرالا، اور ہی کچھ طور ہے  
 پھر ہے میں ہر گلی کوچے میں از خود رفتگاں  
 عشق کی واں سلطنت ہے، بخودی کا دور ہے  
 کوئی ”سجانی“ کہے کوئی ”اننا الحق“ بلبلائے  
 بل بے، تیرا بلبلانا، یہ مقام غور ہے



کوئی شغلِ نیستی میں نیست اور نا بود ہے  
کوئی نظارہ میں حق کے، اک تماشا طور ہے

ہے حضورِ حق تعالیٰ، اُن کی گاہے بود و باش  
دیکھنے میں خلق کے گود پٹی و لاہور ہے

خندہ و گریہ ہم، ہمد میں، ان یاروں کے بیچ

جو کوئی روتا ہے، پھر ہنستا وہیں فی الفور ہے

جب کہ دکھ سکھ ہوا، نہیں اور بقیہ رسی ہو قرار  
پھر تو مہر و لطف سے خوش تر جفا و جور ہے

کیا ہی تیزی اور تندہی رکھتی ہے، اُن کی نگاہ

جا پڑے جس پر نظر رہتا وہیں وہ کھڑا ہے

وہ جواک عرصہ میں ہوتا ہے میسر اور جا

یاوری سے عشق کی، حاصل یہاں فی الفور ہے

وہ تو الماس و نگیں ہیں، یا کہ میں دُرّ ثمنیں

کانچ کی تو پت ہے، یا ریزہ کا بلور ہے

یہ تو سب بیچ ہے مگر اُن میں سے کتنا آپ کو

ہرزہ کوئی نیاز اور لافِ تاخوش طور ہے

(۹۳)

ہو اے حسنِ بے پردا، عبثِ برباد کیوں کیجئے؟  
کٹے اوقاتِ راحت کے تئیں، بھریا کیوں کیجئے؟  
بہ کوہِ عشق اپنا قتل بھوں فریاد کیوں کیجئے؟  
اگر دیجئے تو بیچے، نالہ و فریاد کیوں کیجئے؟

بہارِ چند روزہ پر دل ایسا شاد کیوں کیجئے؟  
لبِ شیریں کی باتوں پر جو کیجئے تلخ کام اپنا  
لگا کر دیدہ و دانستہ اپنے پاؤں پر تیشہ  
نزدیکے خالِ خط کے دم و دانہ پریاں دل کو



نہ ہو گر مرغِ دل کے آبِ دانہ کی خبر لینی      تو اپنے دام میں اُسکے تئیں صیاد کیوں کیجئے؟  
 جو مانگوں ہوں میں آزادی، کہے ہے منہ کے ظالم      جسے لیجئے غلامی میں، اُسے آزاد کیوں کیجئے؟  
 نیاز اب چپ رہو، کوتہ کرو، افسانہ غم کو  
 جہاں سے اٹھ گئی ہے داد، اب فریاد کیوں کیجئے؟





مشققات

بهترین دستنویسهای خوشنویسی



## بِسْمِ

خواجہ معین الدین کے گھر کج ڈھاتی ہے بسنت  
 پھولوں کے گڑھے ہاتھ لے گا تا بجا تا ساتھ لے  
 چھتیاں منگ کے بھر رہیں نیناں گیناں لڑ رہیں  
 لے سنگ سکھیاں گلبدن رنگ بسنتی کا برن  
 کیا بن بنا اور سج سجا، مجھے کو آتی ہے بسنت  
 جو بن کی بند میں ست ہو ہوا لگاتی ہے بسنت  
 کس طرز موشوقا نے جلے دکھاتی ہے بسنت  
 کیا ہی خوشی اور عشق کا سامان لاتی ہے بسنت  
 ناز و اداسے جھومنا، خواجہ کی چوٹ چو منا  
 دیکھو نیاز اس نگ میں کیسی سہاتی ہے بسنت

## یا پیر الغیاث

لایا تمھارے پاس ہوں یا پیر! الغیاث  
 لا ہوت سے اتر کے ہوں ناسوت میں پڑا  
 حرص و ہوائے نفس ہے زنجیر پائے دل  
 عاجز ہوں اور بیکیں و ناچار و ناتواں  
 ہم آپ کے کہلاتے ہیں یا پیر دست گیر  
 مشکل کشائے خلق ہو، تم شاہ اولیاء  
 کرتے ہو مشکلات جہاں ایک پل میں حل  
 سوز و گداز و آہ و تپش نالہ و فغاں  
 کر آہ کے قلم سے میں تحریر الغیاث  
 کیا کچھ ہوئی مقام کی تعبیر الغیاث  
 پاتا نہیں نجات کی تدبیر الغیاث  
 مضمون آہ دل کی ہے تفسیر الغیاث  
 سن لو مرید اپنے کی یا پیر! الغیاث  
 ہے اس لئے تمھاری قضا گیر الغیاث  
 کیوں حق میں میرے اتنی ہے تاخیر الغیاث  
 سب کچھ ہوا، دے نہیں تاثیر الغیاث



گر سن کے الغیاثِ نیاز آپ داد دیں      دنیا و دیں میں باقی ہے تو قیر الغیاث  
یا غوث الاعظم! آپ سوا کون ہے مرا؟      کس کے کئے میں جا کروں تقریر الغیاث  
دیکھو تو میں نیاز ہوں اے سرے پاؤں تک  
یا ہوں میں الغیاث کی تصویر الغیاث

## (۳۱) سرسوں پھولی آنکھوں میں

شامِ سند کی جب سُدھ آئی، سرسوں پھولی آنکھوں میں  
کچھ کا کچھ ہے دیت دکھائی، سرسوں پھولی آنکھوں میں  
ہر ہر بندہ مند، پہچانوں ہر ذرہ خورشید  
واہ گرو جی! خوب سمجھائی، سرسوں پھولی آنکھوں میں  
بندے کو اٹھ کھانوں، قیدی کو بے قید  
اُن کہنی منہ سے کہلائی، سرسوں پھولی آنکھوں میں  
بیچ بیچ میں فرق نہ جانوں، دوئی ہوئی پابند  
وحدت من پر ایسی چھائی، سرسوں پھولی آنکھوں میں  
میں تو نیاز آپے کو نہ جانوں، کجا عمر کت آید  
نگل گئی پرست کورائی، سرسوں پھولی آنکھوں میں

## (۳۲) خودی گئی، جب ملی خدائی

من موہن چھپ دکھلائی، سرسوں پھولی آنکھوں میں



پریم کی زردی مکھ پر چھائی، سرسوں پھولی آنکھوں میں  
 نیاز کہانی موری بھائی، ہوش گیا بے ہوشی آئی  
 خودی گئی جب ملی خدائی، سرسوں پھولی آنکھوں میں

## (۱۵) نکل گئی پریت کورائی

مدھ میں سمائی، جوش میں آئی، دیکھو جی اب اُبلے ہے  
 سمند بند میں ڈبکی کھائی، دیکھو جی اب اُچھلے ہے  
 نکل گئی پریت کورائی، دیکھو جی اب اُگلے ہے  
 نیاز کے پردے میں ہے خدائی، دیکھو جی اب نکلے ہے

(۱۶)

## حق سے دھیان لگاؤ جی

”ہم“ ”مکھ“ ”عمی“ ہو کے حق سے دھیان لگاؤ جی  
 پاک منیرہ پوسے، ہو سچائی، گن گاؤ جی  
 بے رنگی کی سرت جہا کے اپنے آپ گماؤ جی  
 نیاز گیا جب اللہ کو، کون رہا، فرماؤ جی

(۱۷)

## پریت کی ریت کیلہ ہی ہوت ہے؟

من دھن مڑی موہن کی سب سُدھ بد بسرائی  
 ہر مورت میں نیاز کو جانو، اسی مت بورائی  
 سکھی سہیلی، سنگ کی کھیلی، تھیں پریت سچائی  
 پریت کی ریت کیا ہی ہوت ہے، ساچ کہو گر گئیانی



# پنی کو ڈھونڈن جاؤں

جو گنیا کا بھیس بنا کے، پنی کو ڈھونڈن جاؤں  
نگری نگری، دوارے دوارے، پنی پنی، بند سناؤں  
دس سسہ کاری جگ میں ہو گے، درشن بھجا پاؤں  
تن من جو بن، اُن پرواروں، تب میں نیاز کہاؤں

## ہوری

ہوری ہوئے رہی احمد جیو کے دوار  
ایسا نوکھو، چتر کھلاری، رنگ نیوسنار  
نئی علی کو رنگ بنو ہے حسن حسین کھلار  
نیاز پیارا بھر بھر چھڑکے، ایک ہی زنگت بھکار

# ہوری کھیلے دھوم مچا دے

سن موری سجنی، رت پھاگن کی ہے بہار  
نیاز پیارا، چتر کھلاری، اچل کھیل کھلار  
ہوری کھیلے، دھوم مچا دے، ناچے دیدے تار  
نگھ موندیں اور کھکوا مانگیں بت چتر انار

## من ہر دیورے

من موہن پیارو، موٹھ پرہن تچ دیورے



پہلے تو بانکی ادا دکھا کے، من ہر دھور سے

اب میں کو پیارا ک دوا رہی، آپ ہی مانگ لور سے  
نیاز پیارے کو میری سلگت سے، سوتن برن پھنور سے

## (۱۲) نیاز پیارین کیسے گجرے

سکھی جڑواری برہاگن سب گات  
مون برن کو پیا نچ دیتے، سوت کا پکڑو لٹھ  
بند جو ناری دیکھیں لاگو پھا لگ پر گیوبات  
نیاز پیارین کیسے گجرے، کیونکر کٹے دن رات

## (۱۳) آیا پھاگن ہو ری کھیلن

اُمتگو جو بن والے سے اکرا کھوں سنہار  
آیا پھاگن، ہو ری کھیلن ترنی باری بار  
انبوا بولے، ٹیسو پھولے، برن برن کی بہار  
ہمے میت کو تو اک تو دیو مہمہ پسا ر

## (۱۴) پھاگ

من لاگو ات کیسے چھوٹے لگ کسے بیم کی ڈوری  
برہاگن سلگت ہے تن من، جل جھن جسم پھوری

مدن مرا پھاگ کھیلت وہاں، ہم سلگت جیسے ہو ری  
نیاز پھاری لین ہیں بلیاں، کسر کیو ہو ری ؟

حتم شد

ALLAMA IQBAL LIBRARY



88011

K UNIVERSITY LIB.

K. DIVISION

Acc No. 88011

Date 3. 8. 71





**ALLAMA  
IQBAL LIBRARY**  
UNIVERSITY OF KASHMIR  
HELP TO KEEP THIS BOOK  
FRESH AND CLEAN.